بزبانِ حکایت

قائد اہل سنت

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

بزبانِ حکایت

قائدِ اہلِ سنت

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

111618

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	بزبان حکایت
مصنف	قائد اہلسنّت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
ترتیب وتقدیم	ڈاکٹر غلام زرقانی
تاریخ اشاعت	دسمبر 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	MT24
قیمت	-/90روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

میں ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان کو جملہ حقوق برائے اشاعت ''بزبان حکایت'' تفویض کرتا ہوں اس کے علاوہ پاکستان میں کسی ادارہ یا پبلشرز کو یہ کتاب چھاپنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (ڈاکٹر غلام زرقانی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ

ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین

بزبان حکایت

Marfat.com

شرف انتساب

نونہالان ملت اسلامیہ

کے نام

جن کے حسن تربیت سے اسلام کا روشن مستقبل وابستہ ہے

دعا جو

غلام زرقانی

Marfat.com

مشمولات

ابتدائیہ : ڈاکٹر غلام زرقانی کے قلم سے　۱

رئیس القلم کی علمی وفنی شخصیت۔ ایک تاثر:

شرف ملت سید محمد اشرف برکاتی　۵

حرفے چند: پروفیسر ڈاکٹر قمر الھدیٰ فریدی　۱۵

حکایات :

لحد کی منزل　۱۹

نور کا ساگر　۲۷

تسلیم ورضا　۳۱

ایک وجود دو حیرتوں کا مجموعہ　۳۹

جلووں کی وادی　۴۷

Marfat.com

عشق واخلاص کی ارجمندی	۵۱
عشق وایمان کا کردار	۵۶
آب حیات	۵۹
شوکت اقتدار	۶۴
بارش نور	۷۱
نکھرا ہوا سونا	۷۵
نصیبے کی ارجمندی	۸۱
اذان بلالی	۸۶
پیکر وفا	۹۱
شادی کی پہلی رات	۹۸
شادی کی ترنگ سے میدان جنگ تک	۱۰۵
بیتاب آرزو	۱۱۵
انوکھی گواہی	۱۲۱
ایفائے عہد	۱۲۳
آرزوؤں کا انتخاب	۱۲۸
دیوانۂ شوق	۱۳۲
لمحۂ آتشیں	۱۳۹
عید عاشقاں	۱۴۹

Marfat.com

ابتدائیہ

تبلیغ واصلاح کے میدان میں قصہ گوئی کی اہمیت سے کسے انکار ہوسکتا ہے کہ قرآن مقدس کا پاکیزہ دامن خود ایسے کئی ایک گلہائے رنگارنگ سے لالہ زار ہے جو بلاشبہ قصص وحکایات کے زمرے میں داخل ہے۔

قرآن مقدس کا ورق الٹیے تو کہیں گذشتہ امتوں کی سرکشی وبغاوت کی روداد ملے گی ....کہیں ان پر نازل ہونے والے لرزہ خیز عذاب اور ہلاکتوں کی داستان عبرت...........کہیں انبیاء کرام کی ناعاقبت اندیش اقوام وملل کے ساتھ مناظرانہ گفت وشنید کی تفاصیل............کہیں گمراہی وضلالت کی گود میں پرورش پانے والے افراد کی عارضی آرائش وزیبائش کے تذکرے..........کہیں پروردگار حقیقی کے پیغام کو قبول نہ کرنے والے گروہ کے قصے............اور کہیں رحمت الٰہی کی بارش نور میں بھیگنے والے انبیاء،

Marfat.com

صدیقین، شہداء اور صلحائے امت کے پاکیزہ جلوے کی جھلک.........قرآن پاک کا یہ انداز قصہ گوئی واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ دلوں کی تاریک دنیا کو ہدایت کے اجالے سے آشنا کرنے میں قصہ گوئی کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔

قرآن عظیم کے اسی مزاج کی رفاقت میں قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنے یکتائے روزگار اسلوب نگارش میں ماضی کے واقعات کو عصری لبادہ میں پیش کرنے کا سلسلہ اس وقت شروع کیا تھا جب آپ کلکتہ کی سرزمین سے ''جام نور''، ''جام کوثر'' اور پٹنہ سے ''شان ملت'' اور ''رفاقت'' نام کے رسالے نکالا کرتے تھے۔

علامہ موصوف اس کے پس پردہ مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان فطری طور پر قصص و حکایات سے دلچسپی رکھتا ہے۔ میرے خیال میں اس فطری خواہش سے جنگ کرنے کے بجائے اسے صحیح رخ پر لگا دینا وقت کا مفید ترین اقدام ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ایک ہی بات جو براہ راست درس و پیغام کے انداز میں کہی گئی، عام طبیعتیں اس سے مانوس نہیں ہو سکیں، لیکن وہی بات جب کہانی کے سانچے میں ڈھل گئی تو حلق کے نیچے اترنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔''

یعنی یہ بات اب دوپہر کی دھوپ کی طرح عیاں ہو گئی کہ اس طرح کے قصص و حکایات سے مقصود لذات نفسانی اور ذہنی خواہشات کی تسکین نہیں بلکہ ''اصلاح معاشرہ'' کی تحریک کو فطرت انسانی سے ہم آہنگ کرتے ہوئے مزید استحکام بخشنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عشق و ایمان کے جلوؤں میں نہایا ہوا آپ کا قلم تصورات کو پاکیزگی، تخیلات کو طہارت، حسن و عشق کی منظر کشی کو وجود حقیقی کے مظاہر اور زمین کی پشت پر پھیلے ہوئے عارضی دلکشی و رعنائی کے مناظر کو ابدی سعادتوں کے حصول کی تڑپ میں تبدیل کرنے کی کامیاب

Marfat.com

کوششیں کرتا ہوا نظر آتا ہے........ بلکہ یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ ان حکایات کے ذیل میں آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ موصوف کا باوضو قلم اردو کی حسین تعبیرات، شوکت الفاظ اور طرز ہائے ادا کو بارگاہ الٰہی کی چوکھٹ پر کمال ادب کے ساتھ بار بار سرنگوں کراتا ہے.........اور جب ذکر ہوتا ہے مرکز عشق وعقیدت جناب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا، تو قلم پائے ناز پر سجود نیاز لٹاتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے .... اور جب گفتگو کا رخ خاصان خدا کی طرف مڑ جاتا ہے تو نوک قلم کے ایک ایک قطرے سے یقین وایمان، احترام وعقیدت اور وارفتگی عشق ومحبت کی شراب ٹپکتی ہوئی دیکھی جاسکتی ہے.........بس شرط یہ ہے کہ اسے تنہائی میں پورے ولولہ وشوق کے ساتھ پڑھا جائے........وقت گزاری کے لیے نہیں!

کہنے کو تو اس کتاب میں موجود بعض قصص اہل پاکستان کی عنایت سے چھپنے والے مجموعہ ''زلف وزنجیر'' میں موجود ہیں، لیکن یہ بات بڑے قلق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ''زلف وزنجیر'' نامی مجموعہ میں کتابت کی ایسی بھونڈی بھونڈی غلطیاں ہیں کہ تقریباً کتاب کا ایک معتد بہ حصہ مہمل ہو کے رہ گیا ہے۔ ہاں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ علامہ موصوف کی سرپرستی میں چھپنے والا مجموعہ ''لالہ زار'' میں شامل ہونے والی حکایتیں زیر نظر مجموعہ میں نہ ہوں۔

اس طرح میں کہہ سکتا ہوں کہ ''لالہ زار'' اور ''بزبان حکایت'' دونوں نے مل کر اپنی گود میں موصوف کے زرنگار قلم سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہونے والی ساری حکایات وقصص کو سمیٹ لیا ہے۔

لہٰذا ہندوپاک کے پبلشر سے مؤدبانہ درخواست کروں گا کہ وہ انہی دونوں مجموعہ کی اشاعت کریں تاکہ نونہالان ملت اسلامیہ استفادہ کا حق ادا کرسکیں۔

Marfat.com

میں سراپا ممنون ہوں صاحب طرز ادیب جناب سید محمد اشرف برکاتی مدظلہ العالی کا جنہوں نے اپنی عدیم الفرصت زندگی سے چند قیمتی لمحات نکال کر والد گرامی علیہ الرحمہ کی ادبی شخصیت کے حوالے سے ایک وقیع مقالہ سپرد قلم فرمایا۔

اور جناب پروفیسر ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ''بزبان حکایت'' کے حوالے سے اپنے خیالات کو الفاظ کے پیراہن میں منتقل کیا۔

اسی طرح شکریہ کے الفاظ نوک زبان پر آ رہے ہیں جناب مولانا شریف الحق صاحب کے لئے بھی جنہوں نے اس کی کمپوزنگ کی۔

والد گرامی علیہ الرحمہ کی دیگر کتابوں کی طرح اس مجموعہ کی پروف ریڈنگ بھی میری اہلیہ نے کی ہے، جس کے لئے میں تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔

واہب لایزال سبھوں کو اجر جزیل عطا فرمائے! آمین

خیر اندیش

غلام زرقانی قادری

ہیوسٹن امریکہ

۱۲ / فروری ۲۰۰۷ء

Marfat.com

رئیس القلم

کی علمی و فنی شخصیت ۔ ایک تأثر

(’بزبان حکایت‘ کے خصوصی حوالے سے)

شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی

علامہ ارشد القادری سوادِ اعظم کے ان جواہر میں سے ایک تھے جن کی شخصیت ہشت پہلو ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا سطر میں لفظ ’ایک‘ صفتِ عددی کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے۔ یہ وہ ’ایک‘ ہے جو کسی شخص کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے۔

وہ اپنے زمانے میں واحد شخص تھے جن کے تصور کے ساتھ شریعت، طریقت، ادارہ سازی، صحافت، سیاست اور نگاہ کی وسعت کے استعارے ایک ساتھ اُبھرتے ہیں۔ ان کے کارناموں سے واقف کوئی شخص اگر تنہائی میں بیٹھ کر ان کا خیال دل میں لائے تو آنکھوں کے سامنے ایک ایسا منظر ابھرتا ہے، جس میں مسجد کے بلند منار ۔ بھی ہوں گے اور دار العلوم کے

Marfat.com

کنگورے بھی........ ایوانِ سیاست کی الجھنیں........میدانِ صحافت کی سنجیدگیاں اور شوخیاں........ ادارہ سازی کی تگ ودو اور سفر کے مناظر کے ساتھ........ مناظرے اورادب پارے بھی ہوں گے۔

جانشین رئیس القلم برادرعزیز ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب سے یہ خوشخبری ملی کہ وہ اپنے والد ماجد قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پران کے قلم سے نکلے کچھ جواہر پارے مرتب فرما کر منظرعام پرلا رہے ہیں۔اور ساتھ ہی اس فقیر برکاتی سے فرمائش بھی فرمائی کہ میں حضرت علامہ کی کتاب ''بزبانِ حکایت'' پر کچھ اظہارِ خیال کروں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت علامہ کی دینی، علمی خدمات کا احاطہ کرنے اور ان کی قلمی نگارشات پر تبصرہ کرنے کے لیے طویل مقالے درکار ہیں۔چند سطریں لکھ کرحق ادانہیں کیا جاسکتا۔

حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ کا شمار جماعت اہل سنت کے ان چند مشاہیر، مستند و معتبر علماء اور دانشورانِ ملت میں ہوتا ہے، جنھوں نے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی شیرازہ بندی میں کلیدی کردار ادا کیا۔حضرت علامہ ارشد القادری کی ذات سے جس قدر مذہب مہذب اور مسلک اعلیٰ حضرت کوتقویت پہنچی وہ اپنے آپ میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ وہ بیک وقت ایک جید عالم دین، بے نظیر مناظر، بہترین مدرس، بے مثال منتظم، صاحب طرز ادیب، اور قادر الکلام شاعر تھے۔کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی ذات علم وادب وعمل کا مثلث ہوجس کے دسیوں زاویے ہوں اوران زاویوں میں سینکڑوں رنگ ہوں۔اور یہی وجہ ہے کہ ان کی ذات وقلم نے افسانوی شہرت حاصل کی۔حضرت علامہ کے دینی وعلمی کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے۔انہوں نے ''مدرسہ فیض العلوم'' اور ''جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء'' جیسے عظیم ادارے ملت کی سپرد کیے،جن سے علم دین کا

Marfat.com

دریا رواں ہے۔اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر محسوس کیا کہ جماعت میں دینی صحافت کی کمی ہے۔لہٰذا انہوں نے اپنے اندر بیٹھے ہوئے ایک عظیم صحافی کو زمانے کے سامنے پیش کیا۔''جام نور''اور''جام کوثر'' کے علاوہ اور بھی کئی رسائل اور اخبارات شائع کیے جو اس دور میں وقت کی ضرورت کو پورا کرنے میں میل کا پتھر ثابت ہوئے۔''جام نور'' نے تو ذوالفقار حیدری کا پرتو بنکر باطل فرقوں کی خوب خوب سرکوبی کی،لیکن ساتھ میں اس بات کا بھی اعتراف کرنا ہوگا کہ حضرت علامہ نے دینی صحافت کا ایک اعلیٰ معیار بھی قائم کیا جس میں نہ کسی کی دل آزاری تھی اور نہ الفاظ کا بھونڈا پن۔اور یہ بات اپنے آپ میں ایک مسلم حقیقت ہے کہ خود کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسرے کے چہرے کو مسخ کیا جائے۔اور یہی مزاج حضرت علامہ کے قلم اور صحافت کا بھی تھا جس کی جیتی جاگتی مثال 'زلزلہ' اور 'زیروزبر' کی شکل میں لاکھوں قارئین کی آنکھوں کے سامنے سے گزر چکی ہے۔

''زلزلہ'' کا اندازِ تحریر ایسا مدلل اور جامع و مانع تھا کہ دیوبند کے رسالہ ''تجلی'' کے مدیر مولانا عامر عثمانی کو کہنا پڑا بلکہ لکھنا پڑا کہ''زلزلہ'' کے مشمولات پڑھنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انہیں اپنے اکابرین دیوبند کی بیشتر کتابیں چوراہے پہ لے جاکر جلا دینا چاہئیں۔

اسی پس منظر میں والد ماجد حضور احسن العلماء قدس سرہ کا ایک تاریخی جملہ یاد آیا جو حضرت نے جام نور کے حوالے سے حضرتِ علامہ علیہ الرحمہ سے خود ارشاد فرمایا تھا۔خود علامہ علیہ الرحمہ کی تحریر ملاحظہ فرمائیے:

'' ممبئی سے لیکر راوڑکیلا اور مارہرہ شریف تک ان کی بارگاہ میں رسائی کی سعادت مجھے بار بار حاصل ہوئی اور ہر بار ان کی نوازش و اکرام کی بارش میں ہم بھیگ کر اٹھے۔کلکتہ

Marfat.com

سے جب ہم ماہ نامہ "جام نور" نکالتے تھے تو ازراہ حوصلہ افزائی اور قدر دانی ان کا حکم تھا کہ ہر ماہ پچیس کاپیاں ان کے پاس بمبئی کے پتے پر ہم ارسال کر دیا کریں۔ دوسرے مہینے میں ان کاپیوں کی قیمت بالالتزام وہ ہمارے پتے پر بصیغۂ منی آرڈر ارسال فرما دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "جام نور کے اسلوب تحریر اور طرزِ استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کفر کو تڑپا تڑپا کر قتل کرتا ہے، لیکن قلم کی تلوار پر خون کا ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔"

(اہل سنت کی آواز ۱۴۱۶ ہجری)

(سیدین نمبر، ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۴۲۳ھ)

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمۃ کو خانوادۂ برکاتیہ سے گہری عقیدت و وابستگی تھی، جس کا اظہار ہمیشہ ان کی تحریر و تقریر میں ہوتا رہا۔ میرے والد ماجد حضور احسن العلماء قدس سرہ بھی ان سے بے حد محبت فرماتے تھے اور ان کے دینی و علمی کارناموں کے معترف بھی تھے اور مداح بھی۔ حضور احسن العلماء قدس سرہ کے وصال کے موقعے پر خانقاہ سے شائع ہونے والے مجلّے "اہل سنت کی آواز" میں حضرت علامہ نے حضور احسن العلماء قدس سرہ کی شان میں جو مضمون رقم فرمایا تھا، اس سے ان کی حضرت والا اور خانوادۂ برکاتیہ سے گہری محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

جہاں تک حضرت علامہ کی نثر نگاری کا تعلق ہے تو مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ علامہ نے اپنی تمام دیگر ذمہ داریوں کی نبھانے کے باوجود نثر نگاری کے فن کے ساتھ پورا انصاف کیا۔ انہوں نے خوب خوب لکھا بلکہ کہیں کہیں اپنے اسلوب تحریر کو زبان و بیان کے حوالے سے اتنا منفرد کر لیا کہ اپنی جماعت کے لکھنے والوں کے مجمع کثیر میں بڑے ممتاز مقام پر نظر آئے۔

حضرت علامہ کی بیشتر تصانیف مذہبی اور مسلکی موضوعات پر مبنی ہیں جہاں

Marfat.com

سلیس، دلچسپ اور سادہ نثر کو عام طور سے ترجیح نہیں دی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی موضوعات پر لکھنے والوں کو ادبی طبقے سے کچھ الگ تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت علامہ نے مذہبی موضوعات پر قلم اٹھاتے وقت بھی ایسی شستہ اور رواں دواں نثر استعمال کی جو ان کی ادبی شناخت قائم کرنے میں کافی مددگار ثابت ہوئی۔

ماضی میں حضرت علامہ کی بیشتر تصانیف کا مطالعہ کیا اور اب ''بزبان حکایت'' کو پڑھنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ میں علامہ کی نگارشات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت موصوف نے اپنے عمیق علمی مطالعہ اور وسیع مشاہدات و محسوسات کو الفاظ و تراکیب اور جزیات نگاری کے اعلیٰ اصول کو برتتے ہوئے معیاری انداز، نکھرے ہوئے لب و لہجے، روانی اور سلاست کے عناصر کے ساتھ اپنے نثر پاروں کی شکل قارئین کے حوالے کیا۔

پیش نظر ''بزبان حکایت'' حضرت علامہ کا ایک مفید اور دلچسپ شاہکار ہے جس کے ذریعہ حضرت موصوف اپنی حکایت گوئی کی صلاحیت کو با آسانی تسلیم کرا لیتے ہیں۔ حکایت، افسانہ اور قصہ گوئی کا فن جتنا قدیم اور مقبول ہے اتنا ہی مفید بھی۔ اور شاید یہی وہ واحد فن ہے کہ جس کے کہنے اور سننے پر قرآنِ عظیم نے بھی مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ فاقصص القصص لعلهم يتفكرون ﴾

ترجمہ: کہانیاں کہتے رہو کہ لوگ کچھ تو سوچ بچار کریں۔

۲۳ قصوں پر مشتمل اس ادب پارے میں علامہ موصوف نے زبان و بیان کے ایک خاص رنگ، اچھوتے ڈھنگ اور خود اعتمادی کے ساتھ بڑے مؤثر انداز میں اس فن کو صفحۂ قرطاس پر لانے کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔ منظر نگاری، پرکشش تراکیب، زبان کی

Marfat.com

درستگی اور پختگی، بیان کی برجستگی، خیال کی شگفتگی، فکر کی پرواز اور رواں دواں پیرایۂ اظہار کے ذریعہ علامہ موصوف نے ان تمام حکایتوں کو اتنا دلچسپ بنا دیا ہے کہ زبان وادب اور قصہ گوئی کے اس فن کا ذوق رکھنے والا کوئی بھی غیر جانب دار قاری ان کہانیوں کا گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جگہ جگہ فصاحت، بلاغت، محاوروں کا برمحل استعمال، نازک تشبیہات واستعارات، تازگی مضمون، پروازِ تخیل اور وسعتِ نظر کے جوہر علامہ کی اس تصنیف میں کھل کر سامنے آئے ہیں۔

عزیز گرامی مولانا زرقانی کی فرمائش کی تکمیل رواروی میں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ''بزبانِ حکایت'' کو بالاستیعاب پڑھا اور اب دنگ ہوں کہ رئیس القلم نے ان ادب پاروں کے ذریعے کتنی متنوع اقسام کی خدمات انجام دی ہیں۔

حکایت کی دلچسپی بنفسہٖ بہت بڑا جوہر ہے جس کے بغیر مطالعہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تئیس حکایتوں میں سے کسی کو پڑھنا شروع کر دیجئے، قاری ابتدا سے ہی گرفت میں آ جاتا ہے۔ ایک برقی رو جاری ہو جاتی ہے جیسے علامہ کے قلم نے قاری پر مسمریزم سا کر دیا ہے۔ اور پھر آخری سطر کے بعد ہی وہ سحر ٹوٹتا ہے۔

اس نثر کے عناصر ترکیبی کیا ہیں؟ اگر اس پر گفتگو شروع ہو جائے تو بات بہت دور تک جائے گی۔ چند نکات کی طرف اشارہ کر کے اپنی بات ختم کروں گا۔

اول تو یہ کہ علامہ نے دلچسپ حکایتوں کے ذریعے عقائد کی تبلیغ بڑے خوب صورت انداز سے کی ہے۔

یہودی نوجوان کو عبادت کے بغیر جنت کی بشارت مل جانا گویا اس عقیدے کا بیان ہے۔

؎ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

Marfat.com

یہ حکایت ''لحد کی منزل'' میں بیان ہوئی ہے۔

''عشق و ایمان کا کردار'' میں دو عقیدے بیان ہوئے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح کے کاغذ پر فریق نے ''محمد رسول اللہ'' لکھوانے سے انکار کیا۔ کاتبِ صلح نامہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے ہاتھ سے لکھے 'رسول اللہ' کے الفاظ کو نہیں مٹایا۔ تب سرورِ کائنات نے 'رسول اللہ' کے الفاظ مٹا کر ''ابن عبداللہ'' کے الفاظ لکھ دیے۔ یہاں ہمیں دو عقیدے ملتے ہیں۔

نمبر ایک یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام تواضع و انکسار میں اپنے واسطے جو بات چاہیں پسند فرما لیں لیکن امتی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اِسے اُسی رُخ سے سوچے۔

دوسرا عقیدہ یہ کہ صلح حدیبیہ کے کاغذ پر حضور کا لکھنا ان کے ''امّی'' ہونے میں مانع نہیں ہے بلکہ یہ ان کا معجزہ تھا۔

''عیدِ عاشقاں'' میں علامہ بیان فرماتے ہیں۔

'' انہیں دو سبز نشانوں کے درمیان ہزاروں انسان دوڑ رہے ہیں۔ آج ان کے دوڑنے کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ خدا کی ایک محبوب بندی [بی بی ہاجرہ] کی اداؤں کو زندہ باقی رکھا جائے۔ معلوم ہوا کہ محبوب بندوں کی یادگار باقی رکھنا خدا کی بہترین عبادت ہے۔ ''

''عیدِ عاشقاں'' میں ہی اس بات کا بیان ہے کہ میدانِ عرفات میں دورانِ حج ظہر اور عصر ایک ہی وقت میں ادا کیے جاتے ہیں۔ علامہ رقم طراز ہیں اور حکایت کے پردے میں اپنے پاکیزہ عقیدے کی تبلیغ جمیل بھی کر رہے ہیں۔

'' حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ قانونِ قدرت کی زد سے کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی ہوتی ہیں۔ دراصل یہ شارعِ اسلام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات

Marfat.com

کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔"

"آب حیات" میں عقیدہ علم غیب کا بڑا ہی پُر اثر انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

"شوکت اقتدار" میں سراقہ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھنے کی پیش گوئی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلالت کرتی ہے۔اس کے علاوہ یہ عالمی تسخیر کی پہلی خوش خبری بھی تھی۔

زبان کے اعجاز کے استعمال کے نمونے پوری کتاب میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں۔

"نکھرا ہوا سونا" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

"یا رسول اللہ! اب حضرت بلال کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔آج دوپہر کو ظلم و شقاوت کا ایک دل گداز منظر دیکھ کر آنکھوں سے خون ٹپک پڑا۔ظالم نے دہکتی ہوئی آگ پر ننگی پیٹھ انہیں سلا دیا تھا۔آپ کے کاکل و رخ کا غلام آنکھیں بند کیے سلگتا رہا۔اُف کرنا تو بڑی بات ہے، جاں نثار نے کروٹ بھی نہیں بدلی۔انگاروں کے مدفن کے نشانات بتانے کے لیے جگہ جگہ پیٹھ میں غار پڑ گئے ہیں۔"

"اذانِ بلالی میں" حضرت بلال کے بارے میں یہ خوبصورت نثر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

"اے خوشا! نصیب کہ جس کے تن کی سیاہی غلاف کعبہ میں جذب ہوگئی اور جس کے دل کا نور عرش کی قندیل نے مستعار لے لیا...... جو اپنے نسب کے اعتبار سے غلام تھا لیکن حسب میں ملت اسلامیہ کا آقا کہلایا۔یہ حقیقت ہے کہ عشق رسالت کے فیضان نے ایک مشت غبار کو کائنات کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔"

یہ چند نمونے بغیر زیادہ کوشش کے سامنے لائے گئے ہیں۔ایسے جواہر پاروں سے کتاب کا ہر صفحہ مزین ہے۔علامہ کی حکایتی نثر کی سب سے بڑی خوبی تزکیۂ نفس ہے، جو

Marfat.com

جذبوں کی طہارت کر دیتا ہے۔ ایسے ہر موقع پر رئیس القلم کا قلم صوفی باصفا کا دل بن جاتا ہے۔ حکایت پڑھتے پڑھتے ہم قلب میں گرمی سی محسوس کرتے ہیں اور لگتا ہے جیسے جی بے قابو ہو جائے گا کہ اتنے میں قاری کی آنکھ سے ماءِ معین اور درِ ثمین جیسے آنسوؤں کے دو قطرے ٹپک پڑتے ہیں جو نفس کا تزکیہ کر کے جذبوں کی طہارت کر دیتے ہیں۔

''ایفائے عہد'' کو پڑھیے۔ آپ میرے ہم نوا ہو جائیں گے۔ فی زمانہ یہ حکایتیں بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں کو بھی پڑھنا چاہییں۔ کچھ حکایتوں کے واقعات تو اس بات کے متقاضی بھی ہیں کہ ان کو بڑے پڑھیں۔

علامہ ارشد القادری کی ''بزبانِ حکایت'' پڑھ کر اگر چند اشخاص کو بھی ایسی ہی دلچسپ پاکیزہ اور مفید حکایتیں لکھنے کا شوق پیدا ہو جائے تو ہم سمجھیں گے کہ اس سے دوہرا فائدہ ہوگا.......ایک تو یہ کہ علامہ کی روح بہت خوش ہوگی.........دوسرے ایک بہت بڑی ضرورت کی تکمیل ہوگی کہ ہمارے نونہالوں کے مطالعے کے لیے فی زمانہ ہمارے پاس ایسا لٹریچر بہت کم ہے جس کے پڑھنے سے نونہالان ملت کی کردار سازی بھی ہو، عشق رسول بھی روز افزوں ہو اور زندگی میں اچھے کام کرنے کا ولولہ بھی پیدا ہو۔

؎ کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق

بہر حال۔

صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی تمام تصانیف اور بالخصوص ''بزبان حکایت'' کا مطالعہ کرنے والے اس بات کا اعتراف کریں گے کہ ہر صفحے پر نظر کہیں نہ کہیں ٹھہرے گی ضرور، کسی نہ کسی جملے پر دامنِ دل دراز ضرور ہوگا، کسی نہ کسی موڑ پر دعوتِ فکر سے آشنائی ضرور ہوگی۔

Marfat.com

دل شکر گذار ہے ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب کا کہ انہوں نے اسلاف کی امانتوں، اوران کے تہذیبی ورثے کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا۔ جب بھی کوئی نئی کتاب منظرِ عام پر آتی ہے تب نہ صرف یہ کہ ادب میں ایک خوش گوار اضافہ ہوتا ہے بلکہ علم وآگہی کا ایک چراغ بھی فکر کی راہوں پر روشن ہو جاتا ہے۔ برادرِ عزیز زرقانی صاحب کو اس موقع پر مبارک باد اس شعر کے ساتھ۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

☆☆☆

Marfat.com

حرفِ چند

پروفیسر ڈاکٹر قمرالھدیٰ فریدی

شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

فون کی گھنٹی بجی۔ شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے علمی مجلّے "تنقید" کے لیے موصولہ مضامین کی فائل سے نظر ہٹا کر میں نے ریسیور اٹھایا.........شریں آواز اور شائستہ لب ولہجہ میں کسی نے کہا:

" آپ شاید مجھے نہیں جانتے، میں امریکہ سے زرقانی بول رہا ہوں۔ میرے والد محترم علامہ قائد اہل سنت........."

جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی تعارف مکمل ہو گیا۔ نسبتیں کتنے رشتے پیدا کر دیتی ہیں......کتنی محبتیں..........اور قربتیں.......اور کیسی کیسی مماثلتیں!

ایک حوالہ اور کتنی کہانیاں!

Marfat.com

کہانی مولانا روم نے بھی سنائی تھی اور شیخ سعدی نے بھی اور اس مٹی نے بھی جو جمال ہم نشیں سے مہک اٹھی تھی۔

دنیائے ادب میں قصے کہانیوں کی مدد سے اخلاق و دانش کے موتی بکھیرنے اور سمیٹنے کی روایت بہت پرانی ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ واقعات و روایات کو بہ زبان حکایت پیش کرنے کی یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری رضی اللہ عنہ کے یہ مضامین اس سے پہلے "جام نور" اور "جام کوثر" (کلکتہ)، "شان ملت" اور "رفاقت" (پٹنہ) میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ "شان ملت" کی مجلس ادارت اور علامہ کے پر جوش قارئین کی طویل فہرست میں راقم السطور کے نام کی شمولیت بیتے دنوں کی عزیز یادوں میں سے ایک ہے۔ "بزبان حکایت" کا دیباچہ لکھنے کی دعوت ہوا کے دوش پر سوار ہو کر امریکہ سے علی گڑھ پہنچی تو خیال ہوا، اسلوبِ جمیل کے جو اعلیٰ نمونے علامہ ارشد القادریؒ نے پیش کیے ہیں، وہ بھی کچھ ایسے ہی ہیں جیسے آواز کا مواصلاتی سفر، جیسے کھلتی ہوئی کلی، پھیلتی ہوئی خوشبو، جیسے صبح دم آسمان کی بلندیوں سے اترتی ہوئی کرن، جیسے لطیف خوش گوار جذبوں سے دھڑکتا ہوا دل! چند سطریں ملاحظہ ہوں:

"عشق کارساز! تیری دہائی، ایک سیاہ فام غلام کو اتنا بڑھا دیا کہ کونین کے سر کا تاج بنا دیا۔ رحمت و نور کے آبشار میں نکھرنے والے! تیرے جسم کی سیاہی پر چراغ کعبہ کی روشنی قربان ہے، تیرا نام شوکت اسلام کی سب سے بڑی یادگار ہے۔

مسلمانوں کے سید و سرور بلال! اپنے آتش کدۂ عشق کی ایک چنگاری ہمارے دلوں کی انجمن تک بھی پہنچا دے۔"

(نصیبے کی ارجمندی)

"چاندنی رات کا پچھلا پہر تھا۔ مدینے کی گلیوں میں ہر طرف نور برس رہا تھا اور پوری

Marfat.com

آبادی رحمتوں کی گود میں محوِ خواب تھی۔ آسمانوں کے دریچے کھل گئے تھے۔ فضائے بسیط میں فرشتوں کے پروں کی آواز دم بہ دم تیز ہوتی جا رہی تھی۔ عالمِ بالا کا یہ کارواں شاید مدینے کی زمین کا تقدس چومنے آ رہا تھا۔

اچانک اس خاموش سناٹے میں بہت دور ایک آواز گونجی۔ فضاؤں کا سکوت ٹوٹ گیا۔ شبستانِ وجود کے سارے تار بکھر گئے اور ایمان کی تپش چنگاریوں کی طرح بال بال سے پھوٹنے لگی۔ "

(پیکرِ وفا)

" حنظلہ، ایک شکیل وخوب رو نوجوان، حسن وزیبائی کا گلِ رعنا اور عشق وایمان کا ایک دہکتا ہوا لالہ، اپنے قبیلے میں ہر شخص کا محبوب نظر تھا۔

بار حیا سے پلکیں جھکی رہتی تھیں۔ شوقِ شہادت میں آنکھوں سے کوثر کی شراب ٹپکتی، عالمِ تنہائی میں بھی بے داغ جوانی کے انگ انگ سے کردار کا تقدس جھلکتا۔

عفیف و پاک باز حسن کی دل کشی بھی کتنی سحر انگیز ہوتی ہے! ایک حنظلہ اپنے قبیلے کے جمالستان میں ہزاروں آرزوؤں کی امید گاہ بن گئے تھے۔ "

(شادی کی پہلی رات)

تحریر، تقریر، تبلیغ، تنظیم، صحافت، قیادت........ان کی دلچسپیوں کے متعدد میدان تھے، درجنوں ادارے، سینکڑوں مدرسے، ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی تحریریں ان سے یادگار ہیں۔ اگر وہ محض تصنیف وتالیف کا مشغلہ اختیار کرتے تو شاید عہد حاضر کے سب سے کثیر التصانیف قلم کار ہوتے لیکن ملک وملت کی ضرورتیں ان کے لیے گوناگوں مصروفیات ڈھونڈتی رہیں اور وہ مصروف سے مصروف تر ہوتے گئے، انہیں خود بھی احساس تھا کہ متنوع سرگرمیاں ان کے تصنیفی کاموں میں حارج ہونے لگی ہیں۔ راقم الحروف کے نام ایک خط میں

Marfat.com

انہوں نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ اب سارا وقت تصنیف وتالیف کی ہی نذر ہوگا۔لیکن خواہش کے باوجود ایسا ممکن نہ ہوسکا۔ملک و بیرون ملک کے کسی گوشے سے جب تنظیمی یا تبلیغی ضرورتوں نے آواز دی، انہوں نے مسودہ سمیٹ کر بریف کیس میں رکھا، پابہ رکاب ہوئے۔راستے میں، رات میں، دن میں، جلسے جلوس اور میٹنگوں کے درمیان جب کبھی فرصت کے لمحات میسر آگئے، کاغذ قلم سنبھال کر جہاں سے خیال کا سرا ٹوٹا تھا، وہیں سے جوڑ لیا، نہ موڈ بنانے کی حاجت، نہ تھکن اتارنے کا بہانہ، نہ حوصلہ شکن حالات کا عذر!

نئی نسل کو ان کے اسلوب نگارش سے ہی نہیں، عزم وحوصلے سے بھی بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔

ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ علامہ کے تمام مضامین، کتابچے، اداریے، فتوے خطبے اور خطوط عمدہ گیٹ اپ اور صحتِ متن کے ساتھ کتابی شکل میں یکجا شائع کردیے جائیں۔ ''بزبان حکایت'' کے مرتب مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اس کام کا آغاز ان کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

لحد کی منزل

فیروز مندیوں کی کوئی متعین گھڑی نہیں ہوتی۔ رحمتوں کا دروازہ یک بیک کھلتا ہے اور دل کے ظلمت خانے میں سعادت کا چراغ اچانک روشن ہوتا ہے۔

یہی ماجرا اس یہودی نوجوان کے ساتھ بھی پیش آیا۔ دیکھنے کیلئے اس نے رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ زیبا سینکڑوں بار دیکھا تھا...... آنکھیں کھلیں اور بند ہوگئیں..... نظر پڑی اور بکھر گئی..... لیکن آج جانے کون سی گھڑی تھی کہ نظر پڑتے ہی دل کی دنیا زیر وزبر ہوگئی..... بجلی چمکی ...... خرمن جلا...... اور سارا وجود خاکستر ہوگیا۔ اب دل اپنے قابو میں نہیں تھا۔ قیامت کی بات یہ ہوئی کہ گھر کی چہار دیواری میں جس رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا گیتی کا سب سے بڑا جرم تھا، اب اسی کی محبت کا آشیانہ گھر کے باہر نہیں دل کے نہاں خانے میں بن چکا تھا۔ عشق اور وہ بھی رسول مجتبیٰ کا عشق، جس کی خوشبو

Marfat.com

سے دونوں عالم مہک اٹھتے ہیں، اس کا چھپانا آسان نہیں تھا۔ امید و بیم کی کش مکش میں جان کے لالے پڑ گئے۔ دل کا تقاضا یہ تھا کہ اسی محفل نور میں چلئے .... دیدۂ بیتاب کا اصرار تھا کہ چلو........ جلوۂ شاداب کی ٹھنڈک حاصل کریں .... ادھر گھر والوں کا خوف........ سماج کا خطرہ .... کسی نے ان کی محفل میں جاتے ہوئے دیکھ لیا تو آلام کا محشر بپا ہو جائے گا۔ آہنی دیواروں کے حصار میں دل مبتلا محصور ہو کہ رہ گیا تھا۔ قدم اٹھانے کی کہیں کوئی صاف جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر دل نہیں مانا تو غلبۂ شوق میں اٹھے اور مسجد نبوی کے دروازے کے قریب سے گزرتے ہوئے دزدیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ آئے، کبھی دوسری طرف رخ کر کے کسی گزرگاہ پہ بیٹھ گئے اور دور ہی سے جلوۂ خدا نما کا نظارہ کر لیا۔

اسی طرح دن گزرتے گئے اور دل کے قرین عشق کی چنگاری سلگتی رہی۔ محبت کی تپش سے آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔ چہرے کا رنگ اتر گیا۔ جی کھول کر رو بھی نہیں سکتے تھے کہ دل کی بھڑاس نکلتی اور غم کا بوجھ ہلکا ہوتا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ حالات کے جبر اور جاں گسل ضبط نے بیمار ڈال دیا۔ باپ نے ہر چند علاج کرایا۔ وقت کے بڑے بڑے طبیب آئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جسم و تن کی بیماری ہو تو دوا کام بھی کرے عشق کے آزار کا کیا علاج ہے؟ کس مسیحا نے محبت کے مریض کو شفا بخشی ہے جو وہ شفایاب ہوتا ہے؟

ہزار جتن کے باوجود حالت دن بدن گرتی گئی۔ پھول کی طرح شگفتہ نوجوان سوکھ کے کانٹا ہو گیا۔ ماں کی ماری ہوئی ماں بالیں پکڑ کے روتی رہتی۔ باپ پاگل کی طرح سر پٹکتا۔ خاندان کے افراد کف افسوس ملتے، لیکن بیمار کا حال کوئی نہیں سمجھ پاتا۔ اب بیمار عشق حیات کی آخری منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ ناتوانی اور ضعف کی شدت سے آواز مدہم پڑ گئی۔ زبان کی گویائی جواب دینے لگی۔ کبھی کبھی ٹھنڈی آہوں کا

Marfat.com

دھواں فضا میں بکھر جاتا اور بس۔

آج ایک عاشق مہجور کی زندگی کی آخری شام تھی........آنکھیں پتھرانے لگیں ....جسم کے انگ انگ سے موت کے اثار ابھرنے لگے......ہچکیاں لیتے ہوئے اس بھری نگاہوں سے باپ کی طرف دیکھا کہ فرط محبت سے باپ کا کلیجہ پھٹ گیا........منہ کے قریب کان لگا کر کہا:

میرے لال! کچھ کہنا چاہتے ہو!

زبان کھلتے ہی آواز حلق میں پھنس گئی۔ بڑی مشکل سے اتنے الفاظ نکل سکے:

" آپ وعدہ کریں کہ میری زندگی کی آخری خواہش پوری کر دیں گے تو میں کچھ کہوں۔ "

باپ نے دردناک اضطراب کے ساتھ جواب دیا:

میرے جگر کی ٹھنڈک! یہ گھڑی بھی وعدہ لینے کی ہے۔تمہاری خواہش پر اپنی جان کا قیمتی سرمایہ بھی لٹانے کیلئے تیار ہوں۔تم بے خطر اپنی خواہش کا اظہار کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بے دریغ اسے پوری کروں گا۔

بیٹے نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کہا:

" بابا جان! برا نہ مانیں........چند برسوں سے میں محمد عربی کی عقیدت و محبت کے اضطراب میں سلگ رہا ہوں........آپ کے خوف سے زندگی کا یہ مخفی راز ہم نے کبھی فاش نہیں ہونے دیا۔ان کی موہنی صورت، ان کا پرنور چہرہ اور ان کی دل آویز شخصیت نگاہ سے ایک لمحہ کیلئے بھی اوجھل نہیں ہوتی........انہی کی یاد میں سوتا ہوں........انہی کے خیال میں جاگتا ہوں........جب سے بستر علالت پر پڑا ہوں جلوۂ اقدس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ترس گیا ہوں........اب جب کہ میری زندگی کا چراغ گل ہو رہا ہے، دل کی آخری تمنا

Marfat.com

ہے کہ ایک بار ان کے روئے تاباں کی زیارت کرلوں اور دم نکل جائے۔

زحمت نہ ہو تو ذرا انہیں خبر کردیجئے کہ ان کے کاکل و رخ کا ایک غلام دنیا سے رخصت ہو رہا ہے، بالیں پر کھڑے ہو کر اسے اخروی نجات کا مژدہ سنا دیں۔

بیٹے کی یہ آرزوئے شوق معلوم کر کے غصے سے باپ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے شدت جذبات پر قابو پالیا۔ اکلوتا بیٹا اور زندگی کی آخری سانس.......... کسی طرح کی فہمائش کا بھی موقع نہیں تھا۔ چارو ناچار بیٹے کا ناز اٹھانے کے لئے دل کو راضی کرنا پڑا۔

لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

میرے لخت جگر اگرچہ میرے لئے یہ بات سخت ناگواری کی ہے، لیکن یہ خیال کر کے کہ تم دنیا سے حسرت زدہ ہو کر نہ جاؤ، میں تمہاری خواہش کی تکمیل کے لئے جا رہا ہوں۔ کل صبح سے مجھے اسرائیلی سماج کا مجرم کہا جائے گا، لیکن تمہاری بے چین روح کی آسودگی کے لئے یہ ننگ بھی گوارا ہے۔

بادل ناخواستہ اٹھا اور کاشانۂ نبوت کی طرف چل پڑا۔ قدم اٹھ نہیں رہے تھے، اٹھائے جا رہے تھے۔ مسجد اقدس کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی:

میں محمد عربی سے ملنا چاہتا ہوں......کوئی انہیں خبر کردو۔

چند ہی لمحے کے بعد سرکار رسالت سامنے جلوہ گر تھے ارشاد فرمایا:

تمہیں کیا کہنا ہے؟

دل کا کشور فتح کرلینے والی یہ آواز سن کر یہودی کے ذہن و خیال کی بنیاد ہل گئی۔

بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

میرا اکلوتا بیٹا عین شباب کی منزل میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہے.......تمہاری عقیدت و محبت کا سحر پر جلال اب اسے موت کی آغوش میں سلانا ہی چاہتا ہے.........

11/6/8

Marfat.com

تمہارے جمال کی زیبائش وکشش پر سارا عرب دیوانہ ہے، اس نے ہمارے یہودی نژاد بچے کو بھی ایک عرصے سے گھائل کر رکھا ہے۔ اب وہ بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے......... اس کی آخری تمنا ہے کہ تم اس کی بالیں پر کھڑے ہو کر اپنی خوشنودی اور اخروی نجات کا مژدہ سنا دو۔

یہ سنتے ہی سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا:

چلو اس فیروز بخت نوجوان کو دیکھ آئیں، جس کے خیر مقدم کے لئے آسمانوں میں ہنگامۂ شوق برپا ہے۔

انتظار کرتے کرتے بیمار محبت کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ باپ نے سرہانے کھڑے ہو کر آواز دی۔

نور عین! آنکھیں کھولو......... تمہارے مرکز عقیدت آ گئے ہیں۔

یہ دیکھو! سر بالیں محمد عربی کھڑے ہیں۔

اس آواز پر جاتی ہوئی روح پلٹ آئی۔ بیمار نے آنکھیں کھول دیں۔ نظر کے سامنے عرش کی قندیل کا نور چمک رہا تھا۔ نحیف وکمزور آواز میں اظہار تمنا کیا:

" سرکار! دل میں عشق وایمان کی مقدس امانت لئے ہوئے اب عالم جاوید کی طرف جا رہا ہوں .... کاکل ورخ کے غلاموں میں میرا بھی نام درج کر لیا جائے......... خدائے وحدہ لاشریک کا ایک سجدہ بھی نامۂ زندگی میں نہیں ہے......... اس تنگ دامانی کے باوجود کیا میں اپنی نجات کی امید رکھوں؟

سرکار دو عالم نے تسلی آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا:

زبان سے کلمۂ توحید کا اقرار کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تمہاری نجات کا میں ضامن ہوں۔

Marfat.com

نوجوان کا باپ یہ جواب سن کر پھوٹ پڑا......... جذبات سے بے قابو ہو کر بیٹے کو تلقین کی:

فرزند سعید! ہزار دشمنی کے باوجود دل کا اعتراف اب نہیں چھپا سکتا کہ ایک سچے پیغمبر کی زبان حق ترجمان سے یہ جملہ صادر ہوا ہے۔ فرش گیتی پر کسی بندے کے لئے اس سے زیادہ کوئی ارجمند گھڑی نہیں میسر آسکتی کہ مالک کبریا کا حبیب خود اس کی نجات کے لئے اپنی ضمانت پیش کر رہا ہے۔ تم صاف وصریح لفظوں میں ان سے وعدہ لے کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

نوجوان نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا:

سرکار! قبر کی منزل سے لے کر دخول جنت تک آپ کی ضمانت پر اسلام قبول کرتا ہوں اور پھر.......

اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ کی مدہم آواز فضا میں گونجی اور کشور محبت کے ایک فیروز بخت نوجوان نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

ماتم واندوہ سے سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔

نوجوان کے باپ نے ڈبڈباتے ہوئے کہا:

حضور! اب یہ جنازہ میرا نہیں ہے، اسلام کی مقدس امانت ہے۔ اب یہ میرے گھر کی بجائے آپ کے در رحمت سے اٹھے گا۔ تجہیز وتکفین کی ساری ذمہ داری آپ ہی کے سپرد ہے۔

باپ کی درخواست قبول فرمالی گئی۔ صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عشق وایمان کا یہ گنج گرانمایہ اپنے دوش پر اٹھالو۔ عروس نو بہار کی طرح یہ جنازہ مدینے کی گلیوں سے گزرے گا۔

Marfat.com

مرگ عاشق کی سارے مدینے میں دھوم مچ گئی تھی۔ جنازے میں شرکت کے لئے آس پاس کی ساری آبادیاں سمٹ آئیں۔ آخری دیدار کے لئے چہرے سے جونہی کفن ہٹایا گیا، آنکھوں میں بجلی سی کوندگئی۔ عارض تاباں سے نور کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ ہونٹوں پر تبسم رقصاں تھا۔ جانے والا خالی ہاتھ نہیں تھا، کونین کی خلعتیں کفن کے پردوں میں چھپائے ہوئے تھا۔

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے اٹھا۔ کثرت ازدہام سے مدینے کی گلیوں میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں تھی۔ پتھروں کے سینے پر کف پا کا نقش بٹھانے والے سرکار آج جنازہ کے ہمراہ پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ اس ادائے رحمت کی کنہہ معلوم کرنے کے لئے لوگ تصویر شوق بنے ہوئے تھے۔ نہیں رہا گیا تو آخر ایک صحابی نے پوچھ ہی لیا۔

ارشاد فرمایا: آج عالم بالا سے رحمت کے فرشتے اتنی کثرت سے جنازے میں شریک ہیں کہ ان کے ہجوم میں بھرپور قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں مل رہی ہے۔

جنت البقیع میں پہنچ کر جنازہ فرش خاک پر رکھ دیا گیا۔ لحد میں اتارنے کے لیے سرکار خود اندر تشریف لے گئے۔ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہی عاشق کی قبر رحمت ونور سے جگمگا اٹھی۔ اپنے دست کرم کا سہارا دے کر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ لحد میں اتارا۔ کافی دیر کے بعد لحد سے جب باہر تشریف لائے تو پسینے میں شرابور تھے۔ چہرے پر خوشی کا انبساط لہرا رہا تھا۔

تجہیز وتدفین سے فراغت کے بعد حلقہ بگوشوں نے دریافت کیا:

حضور! چہرۂ زیبا پر پسینے کے قطرے کیوں چمک رہے ہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ سرکار کو کسی بات کی مشقت اٹھانی پڑی ہے۔

حضور نے مسکراتے ہوئے جواب مرحمت فرمایا:

Marfat.com

اس عاشق جواں سال نے دم واپسیں مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ لحد کی منزل سے لے کر دخول جنت تک میری رحمتوں کی ضمانت اسے حاصل رہے گی۔ میرے اشارۂ ابرو کی شہ پاکر حوران خلد کا بہت بڑا ازدہام اس کی لحد کے قریب پہلے ہی سے جمع ہو گیا تھا۔ جوں ہی اسے لحد میں اتارا گیا، چہرے کی بلائیں لینے کے لیے وہ ہر طرف سے بے تحاشا ٹوٹ پڑیں۔ ہجوم شوق کا امنڈتا ہوا سیلاب میرے ہی قدموں سے ہو کر گزر رہا تھا۔ اسی عالم وارفتہ حال میں مجھے تھوڑی سی مشقت اٹھانی پڑی اور میں پسینہ پسینہ ہو گیا.........اور ایسا ہونا بھی رحمت کا ہی تقاضہ تھا کہ پسینہ کے چند قطرے کفن کی چادر پر ٹپک گئے ہیں۔ اب اس کی خواب گاہ صبح محشر تک مہکتی رہے گی۔

بندہ نوازی کی یہ روداد جاں افروز معلوم کر کے صحابہ کرام کی روحیں اپنے اپنے قالب میں جھوم اٹھیں۔ عشق مصطفےٰ کی سرفرازی نے ایک ایسے نوجوان کو اخروی اعزاز کے منصب عظیم پر پہنچا دیا تھا، جس کے نامۂ حیات میں ایک سجدۂ بندگی کا بھی اندراج نہیں تھا۔

سچ کہا ہے کہنے والوں نے کہ ''جسے پیا چاہے وہی سہاگن''

☆☆☆

Marfat.com

نور کا ساگر

عرب کی دھوپ، تپتا ہوا ریگستان اور دوپہر کا وقت، ساری قیامتیں ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں۔ قافلے والے پیاس کی شدت سے جاں بلب تھے۔ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب وہ چند گھڑی کے مہمان ہیں۔ اسی عالم یاس میں انہیں بہت دور ایک پہاڑ کے دامن سے گزرتے ہوئے چند ناقہ سوار نظر آئے۔

سردار قافلہ نے کہا: اونٹوں کی رفتار بتا رہی ہے کہ یہ حجاز کے نخلستان سے آ رہے ہیں۔ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ لوگ ہماری بجھی ہوئی زندگی کی امید گاہ بن کر طلوع ہوئے ہیں۔ اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو سمیٹ کر انہیں آواز دو، شاید ہماری چارہ گری انہیں کے ہاتھ پر مقدر ہو گئی ہو۔

اپنے سردار کے حکم کے مطابق قافلے کے تمام چھوٹے بڑے افراد نے ایک

Marfat.com

ساتھ انہیں بلند آواز سے پکارا۔

خوشا نصیب کہ سلطان حجاز کے گوش مبارک تک یہ آواز پہنچ گئی۔

سردار دوست مدار نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: یہ عربی قبائل کا کوئی مصیبت زدہ کارواں معلوم ہوتا ہے۔ چلو اس کی اعانت کریں۔

باد صبا کی طرح تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کے قریب پہنچے۔ پیاس کی شدت سے وہ بے حال ہو رہے تھے۔ ناقہ سواروں میں ایک چمکتا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ چیخ اٹھے:

اے رحمت و نور والے! ہم پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں۔ تمہارے چھاگل میں پانی کے چند قطرے ہوں تو ہماری حلق تر کر دو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اس پہاڑ کی دوسری جانب ایک حبشی نژاد غلام اپنی ناقہ پر پانی کا ایک مشک لیے جا رہا ہے۔ اس سے جا کر کہو کہ چل تجھے پیغمبر آخر الزماں بلا رہے ہیں۔

فوراً قافلے سے ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ کی دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی فاصلے پر اسے ایک حبشی نژاد ناقہ سوار نظر آیا۔ اس نے اسے آواز دے کر روکا اور سرکار نامدار کا پیغام پہنچایا۔

سرکار کا نام نامی سنتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور اپنی سواری سے اتر آیا۔

اب اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے وہ پاپیادہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

جیسے ہی اس کی نظر سرکار کے چہرۂ انور پر پڑی اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ ایک ہی جلوۂ میں وہ کاکل و رخ کا اسیر ہو کے رہ گیا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

تیرا پانی کم نہیں ہوگا۔ ان پیاسوں پر اپنی مشک کا منہ کھول دے۔ خدا تجھے روشن کرے۔

اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ سرکار کے حکم کی تعمیل کے لیے بے ساختہ اس کے ہاتھ اٹھے اور اس نے مشک کا منہ کھول دیا۔ آبشار کی طرح پانی کا دھارا گر رہا تھا اور قافلے والے سیراب ہو رہے تھے۔ جب سارے اہل قافلہ سیراب ہو چکے تو سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اب مشک کا منہ بند کر لے۔

مشک کا منہ بند کرتے ہوئے اسے سخت حیرت تھی کہ کئی مشک پانی بہہ جانے کے بعد بھی اس کے مشک کا ایک بوند پانی کم نہیں ہوا تھا۔

شیفتۂ جمال تو پہلی نظر میں ہو چکا تھا، اب یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر وہ اپنے جذبۂ شوق کو دبا نہیں سکا۔ بے خودی کے عالم میں چیخ اٹھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں دیتے ہوئے اس کے چہرے پر رحمت وکرم کا ہاتھ پھیرا اور اسے رخصت کر دیا۔

حبشی غلام کا آقا پانی کے مشک کا بہت دیر سے منتظر تھا۔ جونہی دور سے اپنی آتی ہوئی اونٹنی پر نظر پڑی، خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ لیکن جوں جوں اونٹنی قریب ہوتی جا رہی تھی اس کا استعجاب بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اونٹنی اسی کی ہے، مشک بھی اسی کا ہے، لیکن سوار اجنبی ہے۔ آخر اس کا اپنا حبشی غلام کہاں گیا؟

جب اونٹنی بالکل قریب آ گئی تو آقا دوڑتا ہوا آیا اور اس اجنبی شخص سے دریافت کیا: تو کون ہے؟...... میرا وہ حبشی غلام کہاں گیا؟...... مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے اسے قتل کر کے میری اونٹنی پر قبضہ کر لیا ہے۔

Marfat.com

سوار نے اظہار حیرت کرتے ہوئے جواب دیا۔

ہائے افسوس! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے قدیم غلام کو بھی آپ نہیں پہچانتے..... آپ کا غلام تو میں ہی ہوں..... اور آپ کا کون غلام ہے؟

آقا نے غضب ناک ہو کر جواب دیا: مجھے فریب دیتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ میرا غلام حبشی نژاد تھا۔ اس کے چہرے پر یہ سفید نور کہاں تھا؟

اب جو آئینے میں اس نے اپنا چہرہ دیکھا تو عالم بیخودی میں رقص کرنے لگا۔ جذبات کی والہانہ وارفتگی میں سرشار ہو کر اس نے اپنے آقا سے کہا۔

یقین کرو میں ہی تمہارا وہ غلام ہوں ۔ اعتبار نہ ہو تو مجھ سے اپنے گھر کے سارے حالات پوچھ لو۔ رہ گئی میرے چہرے کی یہ چاندنی .... تو یہ برکت ہے نخلستان عرب کے اس پیغمبر کی، جس کے چہرۂ زیبا کا عکس دل ہی کو نہیں چہرے کو بھی روشن کر دیتا ہے۔

آج نور کے ساگر میں نہا کر آ رہا ہوں۔ پہاڑ کی ایک وادی میں ان کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ دم رخصت انہوں نے اپنے نورانی ہاتھ میرے چہرے پر مس کر دیئے تھے۔ اسی کی برکت ہے کہ میرے چہرے کی سیاہی چمکتی ہوئی سفیدی میں بدل گئی۔

آقا نے یہ کیفیت معلوم کر کے غلام کی پیشانی چوم لی اور وہ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

تسلیم ورضا

کہتے ہیں جس کو زخم محبت کچھ اور ہے
کہنے کو یوں تو گل کا بھی سینہ فگار ہے

ایک دن مناجات سحر کے وقت بڑے ہی رقت انگیز کیف کے ساتھ سید ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور یہ دعا مانگی۔ ۱

پروردگار مجھے نیکوکار فرزند عطا فرما۔ لب ہائے خلیل سے نکلی ہوئی دعا فوراً ہی بارگاہ عزت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی۔ عالم قدس سے آواز آئی:

ہم نے ایک سمجھدار لڑکے کی انہیں خوشخبری دی۔ ۲

۱۔ ﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ﴾ قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۰

۲۔ ﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴾ قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۱

Marfat.com

کچھ ہی عرصے کے بعد ایک سہانی صبح کو نسیم صبا نے اکناف عالم میں یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ حضرت ابراہیم کے گھر چمنستان قدس کا ایک پھول کھلا یعنی جگر گوشۂ خلیل حضرت اسماعیل علیہ السلام پردۂ غیب سے خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے۔

ایسا کہاں بہار میں رنگینیوں کا جوش
شامل کسی کا خون تمنا ضرور تھا

ملک شام کا سرسبز و شاداب علاقہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، وہاں ابھی کچھ ہی دن گزرنے پائے تھے کہ ہاتف غیب کے خاموش اشارہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی رفیقۂ حیات حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار صاحبزادے حضرت اسماعیل کو اپنے ہمراہ لے کر چل پڑے۔ تین افراد پر مشتمل یہ نورانی قافلہ شب و روز چلتا رہا۔ آخر ایک دن پہاڑیوں کے وسیع دامن میں پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا۔

اک ان کہی نگاہ آشنا نے
سب سے بیگانہ کر دیا

کچھ ہی فاصلہ پر ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کچھ نشانات نظر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرط ادب سے اپنا سر جھکا دیا اور اپنی رفیقۂ حیات ہاجرہ سے کہا:

دیکھو! روئے زمین پر یہی خدائے ذوالجلال کا محترم گھر خانۂ خدا ہے۔ یہی کائنات ارضی کا مرکز تعظیم ہے۔ یہی ابن آدم کی معزز پیشانیوں کی سجدہ گاہ ہے اور پھر یہی ہمارے سفر کی آخری منزل ہے۔

آنکھوں میں اک نمی سی ہے ماضی کی یادگار
گزرا تھا اس مقام سے اک کارواں کبھی

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ ٹوٹی ہوئی

Marfat.com

دیواروں کے سامنے ہاتھ اٹھا کر یہ رقت انگیز دعا مانگی۔

اے پروردگار! تیرے محترم گھر کے قریب ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنا کنبہ آباد کر رہا ہوں تا کہ وہ نماز پڑھیں اور تیرے گھر کو سجدوں سے بسائیں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ اس کی طرف مائل ہو جائیں اور انہیں پھلوں کا رزق عطا کر کہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

شوق بقائے درد کی ہیں ساری خاطریں
ورنہ دعا سے اور کوئی مدعا نہیں

برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اور اپنا سارا کنبہ خدا کی امان میں چھوڑ کر بیت المقدس چلے گئے۔

ذرا سوچئے! ایک لق ودق صحرا...... تپتے ہوئے کہسار...... اور اسباب زندگی سے بے نیاز وادی...... ایسے سنسان ماحول میں اپنے بچے کو تن تنہا چھوڑ جانا..... کس کا کردار ہوسکتا ہے؟..... اسی کا نا جو خدا کی چارہ ساز قدرتوں کا تماشائی ہو۔

خدا پر اعتماد کامل کی ایسی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بادیدۂ پرنم رخصت ہوئے اور ادھر خدائے کارساز نے غیبی تائیدوں کے دروازے کھول دیئے۔ ریگ راز کے سینے سے زمزم صافی

ا۔ یہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کا ترجمہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

﴿ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾

قرآن کریم، سورت:۱۴، آیت:۳۷

Marfat.com

پھوٹ پڑا۔ اس خاموش وادی کو انسانوں کی چہل پہل سے آباد کرنے کا ایسا انتظام ہوا کہ قبیلہ بنی جرہم کا خانہ بدوش کارواں صحراؤں کی خاک اڑاتا کہیں سے آپہنچا اور اس چشمۂ سیال کے کنارے آباد ہو گیا اور چند ہی دنوں میں خدا کے محترم گھر کے قریب غمگسار پڑوسیوں کا ایک جیتا جاگتا شہر بس گیا۔

ساری رونق ہے یہ دیوانوں کے دم کی آتش
طوق وزنجیر سے ہوتا نہیں زنداں آباد

وہیں حضرت اسماعیل اپنی شفیق ماں کی آغوش میں پروان چڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ جب عنفوان شباب کی منزل میں قدم رکھا تو ان کے محترم باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام سے مکہ چلے آئے اور یہیں بودوباش اختیار کر لی۔

ایک خوشگوار صبح کو آسمانوں کے دروازے کھل گئے........ عالم قدس کے فرشتے مکہ کی نورانی فضاؤں میں تیرنے لگے...... اسی عالم کیف بار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل کو اپنے قریب بلایا اور بڑے ہی پیار بھرے انداز میں کہا۔

میرے لاڈلے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ [1]

ارجمند بیٹے نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا:

میرے شفیق باپ! خواب کے ذریعہ آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے، بغیر کسی پس

ا۔ یہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کا ترجمہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ﴾

قرآن کریم، سورت: ۳۷، آیت: ۱۰۲

Marfat.com

وپیش کے اسے کر گزریئے۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروشاکر پائیں گے۔ ا

غم سلامت تیرے انداز پر مرنے والے
موت کا بھی کہیں احسان لیا کرتے ہیں

سرفروش بیٹے کا یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل جوش محبت سے بھر گیا۔ ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھے اور کائنات گیتی پر تسلیم ورضا کا ایک نرالا امتحان دینے کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے کو ہمراہ لے کر منیٰ کی وادی کی طرف چل پڑے۔ قربان گاہ میں پہنچ کر چھری نکالی اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی کہ مبادا شفقت پدری کا ہاتھ کہیں کانپ جائے۔

غیر کا اب گزر نہیں دل تک
عشق عہدہ ہے پاسبانی کا

پھر جب دونوں نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑا تا کہ ذبح کریں!

ٹھہر جایئے! ذرا کئی برس پیچھے پلٹ کر یہ رقت انگیز منظر نگاہوں کے سامنے لایئے کہ سنسان وادی میں ایک نوے سال کا بوڑھا باپ ہے..... جسے مناجات سحر کے بعد خاندان کا چشم و چراغ عطا ہوا ہے...... جو ساری دنیا سے بڑھ کر اس کی نگاہوں کا محبوب ہے......اب اسی محبوب کے قتل کے لئے اس کی آستینیں چڑھ چکی ہیں اور ہاتھ میں تیز خنجر ہے.....دوسری طرف نوجوان بیٹا ہے...... جس نے بچپن سے آج تک باپ کی محبت آمیز

ا۔ اصل قرآنی عبارت یوں ہے۔

﴿ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾

قرآن کریم، سورت: ۳۷، آیت: ۱۰۲

Marfat.com

نگاہوں کی گود میں پرورش پائی ہے اور اب باپ ہی کا مہربان پرور ہاتھ اس کا قاتل نظر آتا ہے......... اے غم دوست تیری عمر دراز!

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

ملائکہ قدس، فضائے آسمانی اور عالم کائنات یہ حیرت انگیز تماشا دیکھ ہی رہے تھے کہ دفعتہ شہپر جبرئیل کی جھنکار سے منیٰ کی خاموش وادی کا سکوت ٹوٹا اور عالم قدس سے آواز آئی:

اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم! بلاشبہ تم نے اپنا خواب سچ کردکھایا۔ ہم اپنے نیکوکار بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اسماعیل کے اوپر سے نثار کردیا اور آنے والی نسلوں میں ان کی یادگار قائم کردی۔ سلام ہو ابراہیم جیسے مخلص دوست پر۔ ۱

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹے کے حلقوم پر پوری طاقت کے ساتھ چھری چلائی، لیکن مشیت یزدانی درمیان میں حائل ہوگئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نہایت سرعت کے ساتھ بیٹے کو سرکا کر اس کی جگہ ایک بہشتی دنبہ رکھ دیا۔ خدا کے نام پر یہ پہلا خون تھا، جس سے منیٰ کی وادی لالہ زار ہوئی۔

۱۔ اصل قرآنی عبارت یوں ہے۔

﴿ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۔ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۔ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ۔ ﴾

قرآن کریم، سورت: ۲۶، آیت: ۱۰۴۔۱۰۸

Marfat.com

آنسوؤں کی کمی نہیں لیکن
کچھ سبب تھا آنکھ تر نہ ہوئی

فیروز بخت پیغمبر زادہ نے جس استقلال، جس عزم اور جس حیرت خیز ایثار سے اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کیا، اس کا صلہ یہی تھا کہ رسم قربانی قیامت تک اس کے نام کی یادگار بن جائے۔ اسی حقیقت کی طرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ یہ رسم قربانی تمہارے باپ ابراھیم کی سنت ہے۔

ذرا سوچئے! اس درد ناک واقعہ کو کتنے ہزار سال بیت گئے، لیکن اکناف عالم میں اس کی یاد کا ہنگامہ آج بھی کچھ اس طرح برپا ہے جیسے کل ہی کا یہ کوئی تازہ واقعہ ہوا۔

اس سرائے فانی میں نقش جاوداں قربانی کی مخصوص ترین جزاء ہے۔ نوشتۂ الٰہی کے مطابق صفحۂ خاک پر انہی لوگوں کیلئے سرفرازی ہے جو ایثار و قربانی کو اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں اور اپنی متاع جسم و جان کو خدا کی ملک سمجھتے ہیں۔ دوسری قوموں کے مذاہب میں قربانی ایک اختیاری چیز ہے، لیکن ہمارے یہاں ہر صاحب استطاعت پر قربانی واجب ہے۔

آج ذرا اپنا حال زار دیکھئے کہ خود غرضی، پست ہمتی اور آخرت فراموشی نے ہمارے قومی وجود کا سارا اعزاز دولتوں کی خاک میں دفن کر دیا ہے۔ ہماری غیرتوں کا جنازہ شاہراہوں پر پامال ہو رہا ہے اور ہمارے چہروں پر ذرا بھی پشیمانی نہیں ہے۔ ہم اپنی ذاتی آسائشوں اور نام ونمود کی خواہش پر انتہائی فراخ دلی کے ساتھ اپنا سارا اثاثہ لٹا دیتے ہیں، لیکن ملت کی آبرو اور خشنودئی حق کے لئے ایک تنکا بھی ہمارے احساس پر گراں بار بن جاتا ہے۔ کیا یہی ایک سرفروش قوم کی زندگی کا نقشہ ہے؟

Marfat.com

ہر سال عید قرباں کے موسم میں خدا کی زمین کو خون کے دھبوں سے لالہ زار بناتے ہیں، لیکن اس حقیقت پر کبھی غور نہیں کرتے کہ قربانی سے مقصود گوشت پوست نہیں بلکہ اس جذبۂ اخلاص کو بیدار کرنا ہے، جو کائنات گیتی کے دل کی دھڑکن ہے اور انسانیت کا جوہر امتیاز ہے۔

لالہ وگل تو حسیں سے بھی حسیں تر ہیں مگر
دیکھنا یہ ہے کوئی خار حسیں ہے یا کہ نہیں

÷÷÷

Marfat.com

ایک وجود

دو حیرتوں کا مجموعہ

رجب کی ۲۶ رویں تاریخ تھی۔ رات کے گیسو ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ مکے کی ساری آبادی محوخواب تھی۔ تاروں کی چھاؤں میں کائنات کا مرکز آج حضرت ام ہانی کے گھر منتقل ہوگیا تھا۔ در و دیوار سے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ کی روشنی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

رات کا محافظ دستہ عالم بالا سے فرش گیتی کے لیے چلنا ہی چاہتا تھا کہ حجاب عظمت سے آواز آئی:

عرش کی قندیلوں کی روشنی تیز کردی جائے......... جنتوں کی کائنات نئے ڈھنگ سے آراستہ کی جائے..... قدم قدم پر تجلیات کی شمعیں روشن کردی جائیں..... روش روش پر بہاروں کا خزانہ بکھیر دیا جائے...... کوثر و تسنیم کی سعید موجوں پر نور کی کرن بچھادی

Marfat.com

جائے ....حوران بہشت حسن مجرد کے شفاف آبگینوں سے حجابات کے پیراہن اتار دیں........ملکوت اعلیٰ کے تمام فرشتے اپنے اپنے آسمانوں پر قطار اندر قطار کھڑے ہو جائیں......افلاک کے تمام سیارے ٹھہر جائیں......وقت کا قافلہ رک جائے........خیر مقدم کے لئے پیغمبران الوالعزم آسمانوں کی گزرگاہوں پر کھڑے ہو جائیں........فرش گیتی سے بہ ہزاراں جاہ وجلال آج میرا حبیب یہاں تشریف لا رہا ہے..........وہی حبیب جو میرے دست قدرت کا نقش اول ہے..........جسے میں نے اپنی ساری کائنات کا مختار عام بنایا ہے۔

فرمان سنتے ہی قدس میں نورانی مسرتوں کا ایک سماں بندھ گیا....چشم زدن میں عالم بالا کا نقشہ بدل گیا......جنت کی سمٹی ہوئی بہاریں فضائے نور پر چھا گئیں......آسمان اور صحراؤں پر تجلیات کے آئینے نصب کر دیے گئے....نوری کرنوں کا غلاف عرش کے بام ودر پر چڑھا دیا گیا......مہتابی کنگروں پر پرچم کبریائی اس شان سے اڑایا گیا کہ سطوت جلال سے عرش کا پایا ہل گیا.....جنتوں کی سرزمین پر بہاروں نے پھول برسائے....... نظاروں نے منہ چوما......گل ریز تبسم نے موتی لٹائے.....حسن بے نقاب نے چراغاں کیا.....روش روش نکھر گئی.....چمن چمن سنور گیا اور شباب نور کے نئے پیکر میں جگمگاتی ہوئی حوریں قطار باندھ کر ہر طرف کھڑی ہو گئیں.....دم کے دم میں قدس کا عالم لطیف بن سنور کر آراستہ ہو گیا......اتنے میں آسمانی دنیا کا دروازہ کھلا.....تجلیات کے جلو میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آگے بڑھے.......فضائے نور میں تیرنے والا براق نام کا ایک نورانی سیارہ آج ان کے ہمراہ تھا......آسمان کی بلندیوں سے اتر کر سیدھے مکے میں حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لائے.....آج ان کے آنے کا انداز ہمیشہ سے نرالا تھا.......دروازے کی بجائے مکان کی چھت توڑ کر اندر داخل ہوئے۔

Marfat.com

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم محوخواب تھے۔ آنکھیں بند تھیں لیکن دل جاگ رہا تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور اپنے کافوری لب محبوب کے پائے ناز سے مس کر دیا۔ ٹھنڈ محسوس ہوتے ہی نشان قدرت کی نرگسی آنکھیں کھل گئیں۔

دریافت فرمایا: جبرائیل کیسے آنا ہوا؟

سفیر غیب نے جواب دیا:

خدائے برتر کی طرف سے حریم عظمت میں تشریف ارزانی کا پروانہ لے کر حاضر ہوا ہوں......سارا عالم قدس بچھڑے ہوئے محبوب کے لئے چشم براہ ہے......وہ سرحد تجلیات جہاں وہم وخیال کے پر جلتے ہیں......جہاں ملکوت اعلیٰ تک کی رسائی ناممکن ہے......آج وہاں آپ کو اسی لباس بشر میں خرام ناز فرمانے کی دعوت دی گئی ہے۔ حضور تشریف لے چلیں........زمین سے لے کر آسمان تک ساری گزرگاہوں پر امیدوں کا ہجوم ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔

چند ہی لمحے کے بعد خاکدان گیتی کا ایک بشر براق پر سوار ہو کر اس شان سے عالم قدس کی طرف روانہ ہوا کہ ملکوت اعلیٰ کے مرسلین نیاز مند غلاموں کی طرح رکاب تھامے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء سابقین کی ساری جماعتیں عقیدتوں کا خراج لئے حاضر تھیں۔ سرکار کی اقتداء میں نماز ادا کر کے سب نے امامت کبریا کے منصب کے ساتھ اپنی نیاز مندی کا کھلا ہوا اعلان کیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضور آسمان کی طرف چلے ......گزرگاہوں پر خیر مقدم کے لئے پیغمبران الوالعزم کھڑے تھے......ہر جگہ قدسیوں کے بیڑے سلامی کے لئے جھکے ہوئے تھے.....عرش الٰہی کی مانوس فضا میں داخل ہوتے ہی بجتے

Marfat.com

دنوں کی یاد تازہ ہوگئی......قدم پڑتے ہی عرش کا دل خوشی سے جھوم اٹھا.....پھر وہاں سے آگے بڑھے.....بڑھتے رہے......عالم ملکوت بھی پیچھے رہ گیا......پھر بڑھے.....بڑھتے بڑھتے اب وہاں سے جہاں کی خبر کسی کو نہیں معلوم، ایک محبوب اپنے محب سے، ایک بندہ اپنے معبود سے کس طرح ملا؟.....ماتھے کی آنکھ سے ان دیکھی ہستی کا نظارہ کیونکر ہوا؟...... کیا کیا باتیں ہوئیں؟...... پائیگاہ شہنشاہی سے محبوب کو کیا کیا خلعتیں عطا ہوئیں؟...... یہ ساری تفصیلات صیغۂ راز میں ہیں۔

صبح ہوئی تو سارے مکے میں شور برپا تھا۔ اہل یقین وخرد خدا کو دیکھنے والی آنکھوں پر نثار ہوگئے۔ لیکن نادانوں نے کہا کہ ایک بشر کیلئے عالم بالا کا سفر ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ساری کہانی بالکل من گھڑت ہے۔ حیرت ہے کہ ایک پیغمبر کی زبان سے اس طرح کی انہونی بات سننے میں آرہی ہے۔

خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے چند فرشتے یہ باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا:

"تمہیں وہ رات یاد ہوگی، جس کی صبح عبداللہ کے آنگن میں نور کی بارش ہورہی تھی۔ زمین سے آسمان تک ہر عالم میں رحمت ومسرت کا جشن منایا گیا تھا اور مکے کی ساری فضاء فرشتوں کے پیروں سے چھپ گئی تھی۔ اس موقع پر جب یہ معلوم ہوا کہ سارا اہتمام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ہورہا ہے تو کچھ فرشتوں کو کتنی حیرت ہوئی تھی کہ عالم قدس کا پروردۂ ناز اس ظلمت کدۂ خراب میں کیوں کر تشریف لاسکتا ہے؟ اور آج جب وہ اپنی مانوس دنیا کی طرف چند لمحے کے لئے واپس تشریف لے گئے تو بنی نوع انسان کے یہ ناداں افراد حیرت سے واقعہ کا ہی انکار کررہے ہیں، حالانکہ دونوں جہاں اس واقعہ پر گواہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان بھی عجیب ہے۔ وہ یہاں آئیں تو فرشتوں کو

Marfat.com

حیرت اور یہاں سے جائیں تو انسانوں کو حیرت.....ان کی ذات حیرتوں کا مجموعہ ہے۔

دوسرے فرشتے نے جواب میں کہا:

دراصل حیرت تو ان انسانوں کی عقلوں پر ہے جو ان کے یہاں آنے پر حیرت نہیں کرتے ،صرف جانے پر حیرت زدہ ہیں! حالانکہ کسی کا اپنے وطن میں ہونا باعث حیرت نہیں ہے، باعث حیرت غیر جگہ آنا ہے۔

جمال یار کی زیبائیاں ادا نہ ہوئیں
ہزار کام لیا میں نے خوش بیانی سے

یقیناً تمہیں یاد ہوگا کہ اس دن عرش الٰہی کے سایہ میں ملائکہ مقربین سر جھکائے کھڑے تھے کہ حجاب عظمت سے آواز آئی:

ملاءِ اعلیٰ کے تمام فرشتے آج کی رات زمین پر جمع ہو جائیں......وہیں جہاں ہمارے جلال و جبروت کا گھر ہے......جو اہل زمین کا قبلۂ عبادت ہے......آج باعث ایجاد عالم کا ظہور ہونے والا ہے........مشرق و مغرب، بحر و بر اور تمام اقطار ارضی میں منادی کر دی جائے کہ کونین کا تاجدار آ رہا ہے لہٰذا اس کے خیر مقدم کے لئے اپنی نگاہوں کا فرش بچھائے رکھے.........مکہ کی وادیوں، ام القریٰ کے کہساروں اور حرم کے بام و در پر چمنستان فردوس کی بہاروں کا غلاف چڑھا دیا جائے.........سیدۂ افلاک کے پہرہ داروں سے کہہ دو کہ اس وقت تک آج آفتاب کے چہرے سے نقاب نہ اٹھائیں، جب تک خسرو کائنات کی طلعت زیبا سے خاکدان گیتی کا ذرہ ذرہ منور نہ ہو جائے ....ستاروں کی انجمن میں اعلان کر دو کہ آج رات کے پچھلے پہر اپنی مجلس شبینہ برخاست کر کے فرش زمین پر اترتے رہیں۔

صبح ہونے سے پہلے پہلے کنگرۂ عرش سے لے کر گل کدۂ فردوس تک کی ساری

Marfat.com

زیبائیاں وادیٔ حرم میں سمٹ کر آ گئیں۔

جیسے ہی صبح صادق کا اجالا چمکا، مکہ کی فضا رحمت و انوار سے بھر گئی......نقیبوں کی صداؤں سے دشت وجبل گونج اٹھے......گلی گلی حوران خلد کے آنچلوں کی خوشبو سے معطر ہو گئی۔

جبرئیل امین علیہ السلام ایک سبز پرچم لے کر خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور حضور شاہی میں سلامی پیش کی۔

الصلوة والسلام علیک یا محمد..........الصلوة والسلام علیک یارسول الله ......الصلوة والسلام علیک یا حبیب الله۔

اس صدائے سلام تہنیت پر تمام ملائکہ سرو قد کھڑے ہو گئے......حرم کی جھکی ہوئی دیواریں ایستادہ ہو گئیں......امیر کشور نبوت کی سواری اس دھوم سے آئی کہ صدائے مرحبا سے اکناف عالم گونج اٹھے۔

حضرت روح الامین کی زبان سے آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مژدہ سن کر ایک فرشتہ نے دبی زبان میں اپنے ساتھیوں سے کہا:

تم لوگ جانتے ہو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں، جن کی آمد پر زمین سے لے کر آسمان تک اتنا کروفر اور احتشام اور ملکوتیوں کا ایک عالم آباد ہو گیا ہے؟

ساتھیوں نے جواب دیا:

اس کائنات میں کون سی مخلوق ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتی۔ عرش کی چھاؤں میں لاکھوں برس بیت گئے اور تمہیں اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ بڑے تعجب کی بات ہے!

فرشتہ نے کہا:

Marfat.com

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا نام عرش الٰہی کے بام و در پر کندہ ہے اور جن کے نور سے ہماری پیشانیاں تابندہ ہیں ...... بھلا انہیں کون نہیں جانتا........ وہ تو چراغ انجمن ہیں ......معاذ اللہ! یہ بات بھی پوچھنے کی تھی۔

ساتھیوں نے کہا:

تو پھر پوچھنے کی وجہ! کیا عرش و فرش کی کائنات میں ان کے سوا بھی کوئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟

فرشتے نے جواب دیا:

پوچھنے کی وجہ حیرت ہے اور وہ محتاج بیان نہیں۔

تم ہی سوچو! وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نور مجرد سے جن کا عنصر تیار ہوا.......اور کنز مخفی میں جن کی نشو ونما ہوئی ....اور اب جس کے دم سے نورانیوں کا عالم آباد ہے ....وہ دیار نور ہے، اس جہان تاریک میں کیوں کر آسکتے ہیں؟ آخر ہم کیسے باور کرلیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے رخ کی روشنی میں ہم لوح محفوظ کے نوشتے پڑھ پاتے ہیں، وہ یہاں آگئے۔ کرۂ ارض جو کائنات کا سب سے نچلا طبقہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کے قدم کے قریب عالم امکاں کی بلندیاں ختم ہو جاتی ہیں، دونوں میں کیا جوڑ ہے؟ عالم نور کا پروردۂ ناز اس ظلمت کدہ خراب میں.......آخر کیسے یقین آسکتا ہے۔

ساتھیوں نے جواب دیا:

ویسے بات تو واقعی حیرت انگیز ہے، لیکن غلط نہیں ہے۔ یقین کرو ان کی تشریف آوری امر واقعہ ہے۔ وہ نہ آتے تو اتنا اہتمام کس کے لیے ہوتا؟

حضرت روح الامین کعبہ کی چھت پر کھڑے کھڑے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

Marfat.com

آخر اس میں بحث وتکرار کی کون سی بات ہے؟ ہاں وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، جو مسند نشین عرش ہیں۔ لیکن یقین نہ آنے کی وجہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ خدائے ذوالجلال نے عرش کی مملکت انہیں بخش دی ہے؟

ایوان شاہی کا شکوہ وجلال مسلم! مگر مملکت کی سوگوار آبادیوں میں قدم رنجہ فرمانا عظمت شاہی کے خلاف کب ہے؟......اب تک ملاء اعلیٰ مرکز توجہ تھا، اب خاکدان گیتی کا طالع قسمت اوج پر ہے......اب تک یہ شمع تجلی عرش کی انجمن میں فروزاں تھی، اب فرش کا شبستان روشن ہو گیا ہے۔

اور تمہارا یہ استعجاب کہ عالم نور کا لطیف پیکر اس ظلمت کدۂ خاک میں کیوں کر آسکتا ہے؟........خود باعث تعجب ہے۔

دور کیوں جاؤ۔ خود اپنا ہی حال دیکھ لو۔ یہ لطیف پیکر اس وقت کس عالم میں ہے۔ عالم گیتی کی عمر کے لحاظ سے ابھی چند ہی صدیوں کی تو بات ہے جب محکمۂ اجل کے فرشتے انسانوں کی روح قبض کرنے بشر کے مثالی پیکر میں یہاں آئے تھے۔

میں خود حضرت مسیح علیہ السلام کی روح پھونکنے جب حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آیا تھا، تو میرا مثالی پیکر ایک بشر ہی کا تو تھا۔

اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی مواد موجود ہے کہ عالم قدس سے کسی نوری مخلوق کا بشری لباس میں آنا یہاں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ قطعاً واقعہ بھی ہے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

جلووں کی وادی

مکے سے چند میل کے فاصلے پر حدیبیہ نام کی وادی تاریخی عظمتوں کی ایک بہت بڑی جلوہ گاہ ہے۔ عشق وایمان کی بہت سی جاں افروز کہانیاں اس کے دامن سے وابستہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وسلم ۶ھ ہجری میں اپنے پندرہ سو جانثاروں کے ساتھ طواف کعبہ کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب مکہ چند میل رہ گیا تو حدیبیہ نام کی ایک وادی میں قافلے کے ٹھہرنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہیں پر یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ کفار مکہ نے طے کرلیا ہے کہ وہ شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

یہ اطلاع پانے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ مکہ والوں سے جاکر کہیں کہ ہم لوگ جنگ کی نیت سے نہیں

Marfat.com

آئے ہیں، صرف عمرہ کر کے یعنی صفا و مروہ کی سعی اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے لوٹ جائیں گے۔ بے خطر ہمیں حرم میں آنے کی اجازت دیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے کے لئے روانہ ہو گئے۔ شہر میں پہنچ کر انہوں نے سرداران مکہ سے ملاقات کی اور انہیں ساری تفصیل بتائی، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکے ہی میں تھے کہ کسی نے قافلے میں یہ خبر اڑا دی کہ انہیں کفار مکہ نے شہید کر دیا۔ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی صحابہ کرام میں سخت اضطراب و ہیجان برپا ہو گیا۔ صحابہ کرام کی بیتابی دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے سب کو جمع کیا اور اس بات پر ہر شخص سے عہد لیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہوئی تو خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے جان تک کی بازی لگا دی جائے گی۔

ویسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حقیقت مخفی نہیں تھی کہ یہ خبر غلط ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ و سلامت ہیں جیسا کہ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جب سب لوگ بیعت کر چکے تو آخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست کریم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور اپنے دوسرے ہاتھ پر ان کا ہاتھ رکھ کر ان کی طرف سے بھی بیعت لی۔ اگر حضور کے علم میں وہ زندہ نہ ہوتے تو ہرگز انہیں بیعت میں شریک نہ فرمایا جاتا کیونکہ وفات یافتہ آدمی سے کسی معاہدہ پر اقرار لینا قطعاً بے معنی ہے۔

اسی موقع پر بعض صحابہ کرام نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے مکہ پہنچ گئے۔ یقیناً انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا ہوگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ عثمان بغیر

Marfat.com

ہمارے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کریں گے۔

صحابہ نے پھر دریافت کیا کہ آخر کون سی چیز انہیں طواف سے مانع ہوگی، جب کہ وہ حرم میں داخل ہو گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

ان کا جذبۂ اخلاص کبھی انہیں اجازت نہیں دے گا کہ وہ بغیر ہمارے طواف کرلیں۔

چنانچہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو صحابہ نے ان سے کہا کہ آپ نے تو خدا کے گھر کا طواف کر لیا ہوگا۔ یہ سن کر ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ عشق وایمان کا جذبۂ اخلاص انگ انگ سے پھوٹ پڑا۔ بپھرے ہوئے جذبات میں جواب دیا:

میرے ساتھ اس سے زیادہ سخت بدگمانی اور کیا ہوسکتی ہے کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے گھر کا طواف کر لیتا۔ خدا کا گھر تو پہلے سے موجود تھا لیکن گھر کی چوکھٹ پر رہتے ہوئے بھی گھر والے سے ہمارا کیا رشتہ تھا؟ عرفان خداوندی کا یہ سارا تقرب تو رسول ہی کا عطا کیا ہوا ہے۔ انہی کے دم قدم سے خدا کے ساتھ ہماری روحوں کا سر رشتہ وجود میں آیا ہے۔ بھلا میں انہیں چھوڑ کر کس منہ سے دربار خداوندی کا رخ کرتا!

قسم خدا کی ایک سال بھی اگر مجھے انتظار کرنا پڑتا تو میں اپنے رسول کریم کے انتظار میں ایک سال تک خانہ کعبہ کا طواف ملتوی رکھتا۔ قریش کے سرداروں نے بار بار مجھ سے اصرار کیا کہ میں خانۂ کعبہ تک آ گیا ہوں تو طواف کرلوں، لیکن میں نے ہر بار انکار کیا کہ اپنے رسول کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کروں گا، چاہے خانۂ کعبہ میرے پیش نظر ہی کیوں نہ ہو؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب نے خانۂ خدا اور حبیب خدا کا فرق اتنا واضح کر دیا ہے کہ مظاہر خداوندی میں رسول کی حیثیت سمجھنے کے لئے اب فکر ونظر کا

Marfat.com

کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔اب یہ راز پوری طرح واشگاف ہوگیا کہ خداشناسی کی منزل میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عرفان کیا ہے؟ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مشرب کچھ ان کی ذات کے ساتھ خاص نہیں تھا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وجہ بتا کر کہ ان کا جذبۂ اخلاص کبھی اجازت نہیں دے گا کہ وہ میرے بغیر طواف کر لیں، واضح کر دیا ہے کہ عشق وایمان کا مزاج ہی یہی ہے۔

×÷×÷×

Marfat.com

عشق واخلاص کی ارجمندی

کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ''اسود راعی'' نام کا ایک شخص تھا۔ یہ ایک حبشی غلام تھا جو یہودیوں کے مویشی چرایا کرتا تھا۔ صحرا سے اس قدر مانوس تھا کہ اپنے وقت کا اکثر حصہ وہیں گزارتا تھا۔ ایک دن شام کو آبادی میں پلٹ کر آیا تو دیکھا کہ سارے یہودی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ تلواروں پر پانی چڑھایا جا رہا ہے۔ نیزے اور تیروں کی نوکیں صیقل کی جارہی ہیں۔ جگہ جگہ سپاہیوں کی قطار دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی اس نے متعجبانہ لہجے میں دریافت کیا۔

یہ کس سے جنگ کی تیاری ہو رہی ہے؟

یہود نے جواب دیا:

Marfat.com

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ عرب کے نخلستان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا مدعی ہے۔ اپنے ساتھ دیوانوں کی فوج لے کر وہ فلاں مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اسی کے ساتھ ہم مقابلے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ امروز و فردا میں اس کی فوجیں ہمارے قلعہ کی فصیل تک پہنچنے والی ہیں۔

یہ جواب سن کر چرواہے کے لاشعور میں اچانک جستجوئے شوق کا ایک چراغ جل اٹھا اور وہ حقیقت سے قریب ہو کر سوچنے لگا کہ بلا وجہ کوئی دیوانہ نہیں ہوتا۔ وہ بھی دیوانوں کی ایک فوج جو جان دینے کے لئے ساتھ آئی ہے۔ یہ بادۂ فریب کی متوالی نہیں معلوم ہوتی یہ کشش صرف جمال حق کی ہے۔ ہو نہ ہو انہوں نے سچائی کا بے نقاب چہرہ دیکھ لیا ہے۔ یہ سوچتے سوچتے دفعۃً اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی:

یقیناً وہ ایک سچا پیغمبر ہے۔

یہ کہتے ہوئے اٹھا اور بکریوں کو ساتھ لئے ہوئے بیخودی کے عالم میں ایک طرف چل پڑا۔ بالآخر وہ سراغ لگاتے لگاتے مدنی سرکار کے لشکر میں پہنچ گیا۔

حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس نے پہلا سوال یہ کیا:

آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

حضور نے اس کے کشورِ دل کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا:

اس بات کی کہ اللہ واحد و لاشریک ہے۔ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے نبیوں اور رسولوں کا ایک طویل سلسلہ دنیا میں قائم فرمایا جس کی آخری کڑی میں ہوں۔

اس نے پھر دریافت کیا:

اگر میں خدائے ذوالجلال پر ایمان لاؤں اور آپ کی نبوت کا اقرار کرلوں تو اس کا صلہ کیا ملے گا؟

Marfat.com

فرمایا: عالم آخرت کی دائمی آسائش۔

پھر اس نے حقیقت سے قریب ہو کر اپنی بے مائیگی کا اس طرح اظہار کیا:

یا رسول اللہ! میں حبشی نژاد ہوں...... میرے جسم کا رنگ سیاہ ہے..... میرا چہرہ نہایت بدشکل ہے...... میں ایک صحرانورد چرواہا ہوں..... میرے بدن سے پسینے کی بدبو نکلتی ہے...... اگر میں بھی آپ کے دیوانوں کی فوج میں شامل ہو کر راہ خدا میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا مجھے بھی جنت میں داخلے کی اجازت مل سکے گی؟

ارشاد فرمایا: ضرور ملے گی۔

یہ سنتے ہی وہ بیخود ہو گیا اور اسی عالم میں کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے بکریوں کی بابت دریافت کیا۔

ارشاد فرمایا: دوسرے کی چیز ہماری لئے حلال نہیں ہے۔ انہیں قلعہ کی طرف لے جاؤ اور کنکر مار کر ہنکا دو۔ یہ سب اپنے اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اب اسے ولولۂ شہادت کے ہیجان سے ایک لحہ قرار نہیں تھا۔ فوراً الٹے پاؤں واپس لوٹ آیا اور مجاہدین اسلام کی صفوں میں شامل ہو گیا۔

واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دوسرے دن جب میدان جنگ میں سپاہیوں کی قطار کھڑی ہوئی تو جذبۂ شوق کا اضطراب اس کے سیاہ چہرے سے شبنم کے سفید قطروں کی طرح ٹپک رہا تھا۔ طبل جنگ بجتے ہی اس کے ضبط وشکیب کا بند ٹوٹ گیا اور ایک بیتاب دیوانے کی طرح دشمنوں کی یلغار میں کود پڑا۔

اس کے سیاہ ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلوار کا منظر ایسا دلکشا معلوم ہوتا تھا جیسے کالی گھٹاؤں میں بجلی کوندرہی ہو۔

کہتے ہیں کہ نہایت بے جگری کے ساتھ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ زخموں سے سارا

Marfat.com

جسم لہولہان ہو گیا تھا، لیکن شوق شہادت کے نشے میں وہ دشمن کی طرف بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ چاروں طرف سے اس پر تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ اب وہ نیم جان ہو کر زمین پر تڑپ رہا تھا اور گھائل جسم میں اس کی روح مچل رہی تھی کہ اب جنت کا فاصلہ بہت قریب رہ گیا تھا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب اس کی نعش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی تو اس کے فیروز بخت انجام پر سرکار کی پلکیں بھیگ گئیں۔

فرمایا: اسے جنت کی نہر حیات میں غوطہ دیا گیا........اب اس کے چہرے کی چاندنی سے فردوس کے بام و در جگمگا اٹھے ہیں........اسکے پسینے کی خوشبو میں حوران بہشت اپنے آنچل معطر کر رہی ہیں.......جنت کی دو حسین حوریں اسے اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے باغ خلد کی سیر کرا رہی ہیں۔ **سبحان اللہ!**

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان پر بہت سے صحابہ کے قلوب رشک سے مچل گئے.......اسکی فیروز بختی پر سب محو حیرت تھے کہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے اور کوئی عمل خیر کیا ہی نہیں تھا......اس کے نامۂ اعمال میں نہ ایک وقت کی نماز تھی......نہ ایک سجدہ تھا......سفید و شفاف کفن کی طرح زندگی کا سادہ ورق لیے ہوئے گیا اور بڑے بڑے زاہدان شب زندہ دار کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

سچ کہا ہے عارفان طریقت نے کہ عشق و اخلاص کی ایک جنون انگیز ادا ہزار برس کی بے ریا عبادتوں اور حسنات کے بے شمار ذخیروں پر بھاری ہے.....یہی وہ سکہ رائج الوقت ہے، جس میں آج تک کہیں بھی کھوٹ نہیں نکلا......اور کسی عالم میں بھی اس کے نرخ کی سطح نیچے نہیں اتری........جذبۂ عشق کی ایک ہی جست نے عالم اسفل کے خاک زادوں کو بام عرش تک پہنچا دیا.........اور یہ محبت ہی کا گداز تھا جس نے قیصر و کسریٰ

Marfat.com

کے ایوانوں پر اپنی شوکتوں کے پرچم اڑوائے ....اور روئے زمین کی بڑی سے بڑی عظمت کو اپنے قدموں کے نیچے روندواڈالا۔

+++++

Marfat.com

عشق وایمان کا کردار

اسی وادی ''حدیبیہ'' میں عقیدت وعشق کا ایک اور نہایت رقت انگیز واقعہ پیش آیا۔ سہیل ابن عمرو قریش کی طرف سے نمائندہ بن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی۔ جب باتیں طے پا گئیں تو اب انہیں قید تحریر میں لانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو صلح نامہ کی عبارت لکھنے کے لئے بلایا۔ وہ کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ گئے۔ بسم اللہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ کی عبارت کا افتتاح یوں کیا۔

''**ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللّٰہ**'' یہ وہ نکات ہیں جن پر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت فرمائی۔ اتنا ہی فقرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھنے پائے

Marfat.com

تھے کہ سہیل نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:

یہ کاغذ ہمارے اور آپ کے درمیان مشترک ہے۔ اس پر کوئی ایسی عبارت نہیں لکھی جا سکتی، جس سے فریقین میں سے کسی کو اختلاف ہو۔ ہم آپ کو اگر رسول اللہ ہی تسلیم کر لیتے تو اس مصالحت کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی۔ اس لئے آپ معاہدے کی عبارت سے رسول اللہ کا لفظ کٹوا دیجئے اور اس جگہ ابن عبداللہ لکھوائیے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوچ کر کہ مصالحت میں کوئی رخنہ نہ واقع ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دو اور اس کے بجائے ''ابن عبداللہ'' لکھ دو۔

بارگاہ رسالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جذبۂ اطاعت شعاری محتاج بیان نہیں ہے۔ مقام صہبا میں آپ کا یہ واقعہ ساری دنیا جانتی ہے کہ آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب ناز پر اپنی نماز جیسی متاع گرانمایہ نثار کر دیا تھا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زانوئے اطہر پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ جس کے احساس ادب کی نزاکتوں کا یہ عالم ہو کہ کچی نیند محبوب کا اٹھ جانا بھی اسے گوارا نہ ہو، اس کے دل نیازمند کی فداکاریوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟...... لیکن حدیبیہ کے چشم دید گواہوں کی زبانی یہ معلوم کر کے سکتہ سا طاری ہو جاتا ہے کہ انہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب حضور نے یہ حکم صادر فرمایا کہ ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دو، تو ان کا جذبۂ عقیدت اس حکم کی تاب نہ لا سکا۔ فرط الم سے دل کو ایسی ٹھیس لگی کہ جذبات قابو سے باہر ہو گئے۔

ایک ٹوٹ جانے والے گھائل کی طرح مچلتے ہوئے انہوں نے جواب دیا:

''**واللہ لن امحوک ابدا**'' قسم خدا کی میں ہرگز آپکی نسبت رسالت کو نہیں مٹاؤں گا۔ مقام صلح وانکسار میں حضور اسے گوارا کر لیں تو کر لیں، لیکن گدایان عشق اسے اپنے

Marfat.com

جذبۂ ایمان کی توہین سمجھتے ہیں۔ نقش قدم پر مرمٹنے والے یہ سننے کی بھی تاب نہیں رکھتے کہ محبوب کے اسم اعظم کا نقش مٹا دیا جائے۔

سہیل ابن عمرو کے اصرار پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کہا تو غیرت جلال سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور حالت اضطراب میں وہ اپنی تیغ ذوالفقار کے قبضے پر ہاتھ رکھنا ہی چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے کاغذ لے لیا اور خود ہی اپنے ہاتھ سے ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا کر اس کی جگہ ''ابن عبداللہ'' لکھ دیا۔

عقل انسانی اس مقام پر حیران و ششدر رہ گئی کہ وہ نبی امی جسے کبھی نوشت وخواند کا سابقہ نہ پڑا ہو، اس نے کیوں کر ایک لفظ کو پڑھ کر مٹایا اور اس کی جگہ دوسرا لفظ لکھ دیا۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توجیہہ یوں فرمائی ہے کہ یہ سب کچھ معجزہ کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ انداز جواب منزل عشق عرفان کے مسافروں کے لئے ایک بہترین مشعل ہے۔ اس کی روشنی میں ہمیں اس حقیقت کا سراغ آسانی سے مل جاتا ہے کہ مدنی سرکار مقام انکساری میں اپنے لیے جو بات پسند فرمائیں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسی رخ پر سوچیں۔ یہ ان کا مقام تواضع ہے کہ اپنے خاک نشینوں سے ملنے کے لیے وہ فراز عرش سے نیچے اتر آئے ہیں، لیکن ہمارا منصب غلامی ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے، یہ تو سرتاسر ہمارے ہی محسوس کرنے کی چیز ہے۔

پس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع پسند ارشادات کو بنیاد بنا کر جو لوگ آپ کی حقیقی عظمتوں کا انکار کر بیٹھتے ہیں یا حضور کے ساتھ اپنی ہمسری کا خواب دیکھنے لگتے ہیں، انہیں حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرز عمل میں اسلام و ایمان کا مزاج سمجھنے کے لئے بہت واضح اشارات ہیں۔

Marfat.com

آب حیات

یہ شاعری نہیں امر واقع ہے کہ سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن رحمت ونور کا ایک ایسا قطرۂ سیال تھا، جس سے خود زندگی آسودہ ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ فیضان الٰہی کے اس آبشار کا جہاں ایک قطرہ ٹپکا، وہاں ہر طرف رحمت واعجاز کے جلوے بکھر گئے۔

کہیں جلتے ہوئے زخموں کو گل ولالہ کی ٹھنڈک میسر آئی......اور کہیں آب شور کا ذخیرہ ایک آن میں چشمہ شریں بن گیا......اور کہیں حلق کے نیچے اترا نہیں کہ شیر خوار بچے دن بھر کے لئے ماؤں کے دودھ سے بے نیاز ہو گئے۔

اس اعجاز سراپا کی کس کس خوبی کا ذکر کیجئے۔ گزرنے والا کب کا گزر گیا، لیکن راہیں آج تک معطر ہیں۔ دیکھنے والے نے جس رخ سے بھی اسے دیکھنے کی کوشش کی انگشت بدنداں رہ گئے۔

Marfat.com

کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی برکتوں سے مدینے کے بچے تک اتنے مانوس و باخبر تھے کہ ایک بار آپ کی مجلس اقدس میں کسی نے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف ایک خورد سال بچہ بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر مشاہیر صحابہ تشریف فرما تھے۔ حضور کی عادت کریمہ تھی کہ ہر کام داہنی طرف سے شروع فرماتے تھے، یہاں تک کہ اپنے پس خوردہ تبرکات کی تقسیم بھی داہنی ہی طرف سے شروع فرماتے۔ دودھ کا کچھ پیالہ نوش فرما کر جیسے ہی آپ نے اسے تقسیم کرنا چاہا، داہنی طرف بیٹھے ہوئے بچے کی طرف نظر پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے دریافت فرمایا:

میری مجلس کے دستور کے مطابق حق تو تمہیں کو پہنچتا ہے کہ دودھ کی تقسیم کا سلسلہ تم سے شروع کیا جائے، لیکن اگر تم اپنے بزرگوں کے حق میں ایثار کر سکو تو اجازت دو کہ بائیں طرف جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان سے تقسیم کا آغاز کروں۔

بچے نے سر جھکا کر انتہائی ادب سے جواب دیا:

یا رسول اللہ! کوئی اور بات ہوتی تو اپنے حق سے دستبردار ہونے میں مجھے کوئی عذر نہ تھا لیکن یہ ایثار میرے لئے بہت مشکل ہے کہ سرکار کا لعاب دہن پیالے کے جس حصے سے مس ہو گیا ہے، اس کی برکتوں سے میں اپنے آپ کو محروم رکھوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی خوش عقیدگی کو پیار کی نظر سے دیکھا۔ اسکا حق بھی اسے عطا کیا اور فضل و برکت کی دعاؤں سے الگ اسے نوازا۔

کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب کی مسیحائی نے بیماروں اور زخمیوں کو شفا خانوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

احادیث و سیرت کی کتابوں میں اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ عین

Marfat.com

میدان جنگ میں کسی کی آنکھ نکل آئی........کسی کا کوئی عضو کٹ کر الگ ہو گیا........کوئی زخموں کی ٹیس سے تڑپ رہا ہے کہ ناگہاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔اب تکلیف کے مقام پر لعاب دہن مس کرتے ہی نہ تکلیف رہی نہ زخم کا کوئی نشان موجود تھا۔

چنانچہ جنگ خیبر کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ کئی دن تک لگاتار حملوں کے بعد بھی جب خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوا تو شام کے وقت سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کل صبح کو میں اسلامی لشکر کا جھنڈا اس شخص کے حوالے کروں گا، جو اللہ کو دوست رکھتا ہو......اور کل کی فتح اس کے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہو۔

یہ مژدۂ جاں فزا سن کر ہر شخص جذبۂ شوق میں بھر گیا........یہ دونوں جہاں کے اعزاز کی سب سے گراں مایہ بشارت تھی........روحوں کے خوابیدہ ولولے اس طرح جاگ اٹھے کہ صبح سعادت کے انتظار میں آنکھوں کی نیندیں اڑ گئیں........آرزوئے شوق کی بیقراری میں دل کا کشور تہہ و بالا ہونے لگا........ہر مجاہد اپنے حوالے سے اس قابل رشک اعزاز کا امیدوار تھا.......جب صبح امید طلوع ہوئی تو سارے تمنائی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سر کے بل حاضر ہوئے.......سارا مجمع گوش بر آواز تھا کہ دیکھنا ہے آج کس کا مقدر جاگتا ہے........کس کے نصیبے کی ارجمندی آسمان کے کنگروں سے آنکھ لڑاتی ہے......انتظار شوق کی بیتابیوں کا یہی عالم تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شمع رسالت کے ان وفا کیش پروانوں کو ایک بار آنکھ اٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا:

حضرت علی کہاں ہیں؟

کسی نے جواب دیا وہ آشوب چشم کی تکلیف میں مبتلا ہیں، اس لئے حاضر نہیں ہو سکے۔فرمایا اسی حالت میں انہیں بلوایا جائے۔

Marfat.com

جیسے ہی وہ دربار میں حاضر ہوئے، سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قریب بلایا۔ تکلیف کی شدت سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آپ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگا کر یہ حکم سنایا:

اسلامی لشکر کا فرخندہ فال پرچم تمہارے حوالے کرتا ہوں...... خیبر کی فتح آج تمہارے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہے......... خدائے قدیر تمہیں میدان جنگ سے فائز المرام واپس لائے۔

واقعات کے راوی بتاتے ہیں کہ لعاب دہن لگاتے ہی دم کے دم میں ساری تکلیف رفع ہو گئی۔ نہ آنکھوں میں سرخی تھی نہ ورم کا کوئی نشان موجود تھا۔

پھر مولائے کائنات کا کیا کہنا! اس نیستان ہستی میں وہ شیر خدا تھے۔ ویسے ہی صحراؤں اور پہاڑوں میں ان کے زور بازو اور سطوت جلال کا ڈنکا بجتا تھا اور آج تو ان کے حوصلوں کے جبروت کا عالم ہی اندازے سے باہر تھا۔ کونین کے سلطان نے خود اپنے فیروز مند ہاتھوں سے اس پیشانی پر فتح کا سہرا باندھا تھا۔ حملے کی پہلی یلغار میں خیبر کا وہ مایہ ناز قلعہ فتح ہو گیا اور یہودیوں کو ایسی عبرت ناک شکست ہوئی کہ ہمیشہ کے لئے وہ ذلتوں کی خاک میں سو گئے۔

اس واقعہ میں ایک بات خاص طور پر قابل توجہ ہے، اور وہ یہ کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہیں غیب کا علم یا آئندہ کی خبر نہیں تھی، وہ سخت غلطی پر ہیں۔ آپ کو اگر آئندہ کی خبر نہ تھی تو یہ کیسے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا، جس کے ہاتھ پر خیبر کا قلعہ فتح ہو جائے گا۔

یہی نہیں بلکہ احادیث میں اس طرح کے بے شمار واقعات موجود ہیں، جس میں آپ نے آئندہ کی خبر دی ہے اور اسی کے مطابق ہی واقعہ پیش آیا ہے۔

Marfat.com

سورج پر کہاں تک کوئی خاک ڈال سکتا ہے!

لعاب دہن کے اعجاز و برکت کے سلسلہ میں ایک واقعہ اور بھی منقول ہے کہ ایک صحابی رسول نابینا ہو گئے تھے، یہاں تک کہ آنکھوں کی سیاہ پتلی بالکل سپیدی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ صحابہ کے عام دستور کے مطابق ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی شکایت پیش کی۔ ان کی فریاد سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے کرم جوش میں آ گیا۔ اٹھے اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا دیا۔

اس کے بعد واقعہ کے راوی بیان کرتے ہیں کہ لعاب دہن کی برکت سے وہ بینا ہو گئے اور بینائی اخیر عمر تک قائم رہی، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اسی برس کے بڑھاپے میں بھی وہ سوئی کے ناکے میں دھاگہ ڈال لیا کرتے تھے۔

ماتم ہے ان حضرات کی عقل وبصیرت پر جو ایسے سراپا اعجاز پیغمبر کو اپنی طرح کا معمولی بشر کہتے ہیں اور انہیں اپنا بڑا بھائی سمجھتے ہیں۔

خدا ان گمراہوں کے شر سے اپنے رسول کی وفادار امت کو بچائے۔

Marfat.com

شوکت اقتدار

آج ہجرت کی رات تھی...... سارے قبیلے کے نمائندے کفار تیغ بے نیام لیے انتظار میں کھڑے تھے...... اس رسول رحمت کے انتظار میں جو انہیں ہلاکت وتباہی کے دہانے سے آسائش دوام کی ٹھنڈی چھاؤں میں واپس لانا چاہتا تھا..... اچانک پچھلے پہر کاشانۂ نبوت کا دروازہ کھلا....... ایک کرن چمکی..... اور آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں..... خدا کا حبیب مسکراتا ہوا باہر نکلا...... اور تلواروں کے سائے سے گزر گیا...... سحر کے اجالے میں صحرائے کفر کے خونخوار درندے جب دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے تو یہ معلوم کر کے حیرت سے وہ ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے کہ پیغمبر خدا ان کی پلکوں کے نیچے سے گزر گیا اور انہیں خبر تک نہ ہوئی...... ہزار تیاریوں کے باوجود زہر میں بجھی ہوئی تلواروں کا مصرف

Marfat.com

حاصل نہیں ہو سکا۔ قبائل عرب کے مشترک محاذ پر آج کی شکست فاش سے رہبران کفر تلملا کے رہ گئے۔ فوراً ہی دار الندوہ میں مشاورت کی مجلس منعقد ہوئی اور طے پایا کہ ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ اگر تعاقب کیا جائے تو آسانی سے انہیں پکڑا جا سکتا ہے۔ کچھ ہی لمحے کے بعد مکے کی گلیوں میں اعلان ہو رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھی گرفتار کر کے لائے گا، اسے انعام میں سرخ اونٹ دیئے جائیں گے۔

عرب کے مانے ہوئے شہسوار سراقہ کے کان میں جوں ہی اس اعلان کی خبر پہنچی، وہ انعام کی لالچ میں مہم کو سر کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ فوراً ہی ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے، لگام سنبھالی اور دم کے دم میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

کچھ دور چلنے کے بعد انہیں مدینے کے راستے پر دو جھلملاتے ہوئے سائے نظر آئے..........خوشی سے چہرہ دمک اٹھا..........سرخ اونٹوں کی قطار تصورات کے پردے میں رینگنے لگی......فرط مسرت میں گھوڑے کو مہمیز لگائی اور ہوا سے باتیں کرتے ہوئے آن کی آن میں قریب پہنچ گئے۔

خدا کا آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ناقہ پر سوار مدینے کی طرف تیز تیز بڑھتے جا رہے تھے۔ سراقہ نے کمند ڈالنے کے لیے جوں ہی قدم آگے بڑھایا، ایک پر جلال آواز فضا میں گونجی:

''یا ارض خذیه'' اے زمین اسے پکڑ لے۔

فرماں روائے کونین کا حکم تھا.....گیتی کا کلیجہ ہل گیا.........فوراً زمین شق ہو گئی اور سراقہ کے گھوڑے کا پاؤں گھٹنے تک دھنس گیا۔

سراقہ نے ہزار کوشش کی، لیکن زمین کی گرفت سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے۔ جب عاجز و مجبور ہو گئے تو دو عالم کے تاجدار سے رحم کی درخواست کی۔ رحمت دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور زمین سے خطاب فرمایا:

"اترکیه" اچھا اب اسے چھوڑ دے۔

ابھی یہ الفاظ فضا میں گونج ہی رہے تھے کہ اچانک زمین کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور گھوڑے کا پاؤں باہر نکل آیا۔

مال کی طمع بھی کیا چیز ہوتی ہے کہ بنی نوع انسان کو دیدہ و دانستہ فریب کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ رہائی پا کر جب سراقہ واپس لوٹ رہے تھے تو تقصیر کی ندامت کے خوف سے دل ڈوبا جا رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی میل دو میل کی مسافت طے کی ہوگی کہ حرص کا شیطان پھر دل پر مسلط ہو گیا اور فریب کی راہ سے تلقین کرتے ہوئے سرگوشی شروع کی کہ:

یہ واقعہ تو یوں ہی اتفاقاً پیش آ گیا تھا......اس کے پیچھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ توانائی کا قطعاً کوئی کرشمہ نہیں ہے......چلو واپس چلو ......سرخ اونٹوں کے انعام کا زریں موقع ہاتھ سے نہ جانے دو......محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کوئی انہونی چیز نہیں ہے۔

دل کی آواز پر پھر سراقہ نے گھوڑے کی باگ موڑ دی اور تعاقب کرتے ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئے۔ اس بار بھی لبوں کو جنبش ہوئی، دھرتی کا کلیجہ شق ہوا اور سراقہ اپنے گھوڑے سمیت گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔

پھر سراقہ نے رحمت اکرم کو آواز دی.....پھر بخشش و درگزر کو پکارا......اور پھر رحمت مجسم نے احسان کی بارش کی......زمین کو اشارہ کیا......اور کائنات گیر اقتدار کی گرفت میں سسکتا ہوا دشمن پھر آزاد ہو گیا۔

اس بار دل کی گہرائی میں پیغمبر خدا کی توانائی کا یقین پیدا ہو چلا تھا۔ بار بار سراقہ سوچ رہے تھے کہ ایک نیاز مند کی طرح زمین کی فرمانبرداری بلا وجہ نہیں ہے۔ کائنات کے

Marfat.com

خدا کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معنوی تعلق ضرور ہے۔ لیکن نفس کا شیطان بڑا ہی چابکدست اور سحر طراز دشمن ہے۔ یہ ظالم ایک ہی لمحے میں دل کی ساری بساط الٹ کر رکھ دیتا ہے۔ سراقہ کچھ ہی دور چلے ہوں گے کہ شیطان نے پھر سرگوشی شروع کی؛

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ہی بڑے صاحب اقتدار ہوتے تو ایک تھکے ہوئے مجبور کی طرح مکے سے مدینے کی طرف ہجرت نہ کرتے...... خیالی ہیبت کے آگے ہتھیار ڈال دینا بہادروں کا شیوہ نہیں ہے...... سرخ اونٹوں کا انعام تمہاری زندگی کا نقشہ بدل دے گا...... چلو واپس لوٹو...... اس سے زیادہ زریں لمحہ تمہیں پھر کبھی میسر نہیں آئے گا۔

بالآخر سراقہ پھر شیطان کے فریب کا شکار ہو گئے...... پھر تیزی کے ساتھ واپس لوٹے...... پھر پیغمبر کے لبوں کو جنبش ہوئی..... پھر زمین کا دہانہ کھلا اور سراقہ ایک گرفتار پنچھی کی طرح سسکنے لگے۔

رحمت یزدانی نے دوبار سراقہ کو موقع دیا تھا کہ وہ سنبھل جائیں، لیکن جب بار بار کی تنبیہ کے بعد بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں تو پیغمبر خدا نے خود حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھایا اور دلنواز تبسم کے ساتھ سراقہ کو مخاطب کیا:

سرخ اونٹوں کے فریب میں اپنے نوشتۂ تقدیر سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟ تمہارا مستقبل میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ جن کی زلفوں کا اسیر ہونا مقدر ہے اسی کو گرفتار کرنے آئے ہو۔ کیا اب بھی تمہیں کفر کی شب دیجور کا سویرا نظر نہیں آیا۔ میں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ کسریٰ کے سونے کے کنگن تمہاری کلائیوں میں چمک رہے ہیں۔ وہ دن زیادہ دور نہیں ہے کہ نصیبے کی ارجمندی تمہیں ایک وارفتہ حال دیوانے کی طرح میرے سامنے لا کھڑا کرے گی اور تمہارا سینہ اسلام و ایمان کی دولت لازوال کا گنجینہ بن جائے گا۔

پیغمبر صادق کی زبان حق ترجمان کے نکلے ہوئے الفاظ سراقہ کے دل میں

Marfat.com

اتر گئے۔ تاریخ انسانیت میں عالمی تسخیر کی یہ پہلی خوشخبری تھی، جس کے پیچھے بظاہر کوئی مادی ساز و سامان نظر نہیں آتا تھا۔

حیرت ہے کہ سراقہ کے ہاتھوں میں کسریٰ جیسے جابر و عظیم فرمانروا کے کنگن دیکھنے والا آج وطن سے بھی شہر بدر کر دیا گیا!

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ پر جلد ہی صبح سعادت طلوع ہوئی اور وہ مدینے کے دارالامان میں پہنچ گئے اور پروانے کی طرح شمع رسالت کے جلوؤں میں نہاتے رہے۔ کلائیوں میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہننے کا یقین ان کے دل کی دھڑکنوں سے منسلک ہو گیا تھا۔ جس رسول عربی نے جبرئیل و میکائیل، عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ اور حشر و نشر کی خبر دی تھی، اسی رسول نے کنگن پہننے کی خوشخبری بھی عطا کی تھی۔ زندگی کے دن اسی انتظار میں گزرتے گئے، یہاں تک کہ خلافت فاروقی کے عہد زریں میں حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سخت بیمار پڑ گئے۔ علالت سنگین ہو گئی، صورت حال شہادت دے رہی تھی کہ اب چند سانسوں کے مہمان رہ گئے ہیں۔ اکابر صحابہ کرام بالیں کے قریب جمع ہو گئے۔ عالم برزخ کی طرف منتقل ہونے والوں کے نام کچھ لوگ اپنا پیام و سلام کہنا ہی چاہتے تھے کہ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور مسکراتے ہوئے کہا:

آپ حضرات اطمینان رکھیں۔ یہ میرا آخری وقت نہیں ہے۔ اس وقت تک موت میرے قریب نہیں آئے گی، جب تک کہ میں اپنے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن نہ پہن لوں۔ ہر چیز اپنی جگہ سے ٹل سکتی ہے، مگر سرکار رسالت کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ موت کے چنگل سے نکل آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ دنوں میں بالکل صحت یاب ہو گئے۔

آج مدینے میں ہر طرف مسرتوں کی بارش ہو رہی تھی۔ سجدۂ شکر کے اضطراب

Marfat.com

سے سب کی پیشانیاں بوجھل ہو گئی تھیں۔ سپیدۂ سحر نمودار ہوتے ہی لشکر اسلامی کا قاصد فتح ایران کی خوشخبری لے کر آیا تھا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے دنیا کی سب سے بڑی طاقت کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا تھا۔ آج تاریخ میں پہلی بار کسریٰ کے ایوانوں پر عظمت اسلامی کا پرچم لہرا رہا تھا۔ حق کی سطوت و جبروت کے آگے باطل اقتدار کا غرور چکنا چور ہو گیا تھا۔

چند ہی دنوں کے بعد اموال غنیمت ایوان خلافت کی چوکھٹ پر بکھیر دیے گئے۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے کسریٰ کے کنگن دریافت کئے۔ تلاش کے بعد جب وہ مل گئے تو حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی گئی۔ اس وقت آپ کا عالم قابل دید تھا۔ ناز سے جھوم رہے تھے۔ فرط مسرت سے چہرہ کھلا جا رہا تھا۔ ارمانوں کے ہجوم میں مچلتے ہوئے اٹھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

آج حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے لیے زندگی کی محبوب ترین گھڑی آ گئی تھی۔ جس کی آرزو کو ساری عمر ایمان کی طرح سینے سے لگا رکھا تھا وہ آنکھوں کے سامنے جلوہ گر تھی۔ اہل مدینہ بھی کیف و مستی کے عالم میں اپنے آقا کا زندہ معجزہ دیکھ رہے تھے۔ امنڈتے ہوئے خوشی کے آنسوؤں میں حضرات سراقہ رضی اللہ عنہ کی کلائیوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے، سر پہ تاج رکھا اور شاہی قبا زیب تن کرائی گئی۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کی شاہانہ سج دھج دیکھ کر اہل مدینہ جذبات سے بے قابو ہو گئے۔ فرط شوق میں منہ سے چیخ نکل گئی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی عشق و ایمان کی رقت انگیز کیفیت دیکھ کر بے خود ہو گئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

Marfat.com

اس وقت کی بات ہے، جب اسلام بے سروسامانی کے عالم میں تھا۔ ایک یزدانی مسافر نے آج کی عظیم الشان فتح کی خبر دی تھی۔ کل میدان قیامت میں آپ حضرات گواہ رہیئے گا کہ سراقہ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنا کر میں نے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا کر دیا ہے۔

سرکار رسالت مآب کی شوکت اقتدار کا یہ نظارہ تاریخ فراموش نہیں کر سکے گی کہ ایک جنبش لب پر کائنات گیتی کا نقشہ بدل گیا اور عشق رسالت کے فیضان نے عرب کے صحرا نشینوں کو چشم زدن میں ساری دنیا کا فرمانبردار بنا دیا۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

Marfat.com

بارش نور

آج سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چہیتے صحابی کا انتقال ہو گیا تھا۔ ایک پروانہ اس محل نور سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا تھا، جہاں عرش کی قندیل کا چراغ ہر وقت فروزاں رہتا تھا۔ مدینے کے چمنستان کرم میں اب بھی ہزاروں پھول کھلے ہوئے تھے، لیکن عندلیبان چمن کے فروغ محبت کا یہ حال تھا کہ صرف ایک پھول مرجھا گیا تھا تو ہر طرف سوگوار اداسیوں کی شام ہو گئی تھی۔

بھیگی بھیگی پلکوں کے سائے میں جنازہ اٹھا تو غمگساروں کے ازدہام سے گلیوں میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں تھی۔ خود کائنات ہستی کے سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ایک شیدائی کی مفارقت سے بہت زیادہ غمگین و آبدیدہ تھے۔

مدینے کے مشہور قبرستان، جنت البقیع میں جب لوگ جنازہ لے کر پہنچے تو لحد تیار

Marfat.com

ہو چکی تھی۔ جنازہ اتارنے کے لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس لحد میں تشریف لے گئے اور اپنے نورانی ہاتھوں سے جنازہ کو فرش خاک پر لٹایا۔ آپ کی اس ادائے رحمت پر ہر شخص مچل کے رہ گیا کہ کاش مرنے والے کی جگہ پر ہم ہوتے اور آپ کے قدسی ہاتھوں سے ہماری لاش سپرد خاک کی جاتی۔

عالم گیتی کے مسافر کو گلشن جناں کی سیر کے لئے اپنی خوابگاہ سے دو قدم بھی نہیں چلنا پڑا۔ جنت کی ساری بہاریں مرقد ہی میں سمٹ آئیں۔

جس کی لحد میں جنازہ سے پہلے رحمت یزدانی اتر آئی ہو، آخر اس پر رشک کیوں نہ کیا جائے؟ اس بھری کائنات میں اس سے زیادہ اور کون قسمت کا دھنی ہو سکتا تھا؟

مراسم تدفین سے فارغ ہو کر سرور کائنات کاشانۂ اقدس کی طرف واپس ہوئے۔

جوں ہی دولت سرائے اقبال میں قدم رکھا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور نشاط قلب و روح کے ساتھ سرکار کا خیر مقدم کیا۔

رخ زیبا پر نظر پڑتے ہی ارمانوں کا غنچہ کھل اٹھا اور چشمۂ نور کی سطح خاموش پر موجوں کی کرن پھیل گئی۔ جس کے گوہر دنداں کی جوت سے حرم سرا کی دیواریں چمک اٹھتی تھیں، اسی کے جلوؤں کے سویرے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیکر حیرت بنی کھڑی تھیں۔

زبان خاموش تھی، لیکن آنکھوں میں کسی مخفی حقیقت کے تجسس کا اضطراب مچل رہا تھا.......... کبھی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرہن مبارک کو دیکھتی تھیں......... کبھی کاکل و رخ پر نظر ڈالتی تھیں......... اسی عالم تحیر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب پہنچ گئیں اور سر سے پا تک سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیراہن شریف کا جائزہ لیا۔

آج ان پر حیرت کا کچھ ایسا کیف طاری تھا کہ زبان نہیں کھل رہی تھی...... مگر اندر ہی اندر دل کا عالم زیروزبر ہو رہا تھا۔ تلاش وطلب کی حیرانی کا یہی عالم تھا کہ لب ہائے

Marfat.com

گھریز کو جنبش ہوئی اور سرکار نے ارشاد فرمایا:

عائشہ! کیا تلاش کر رہی ہو؟...... تمہاری جستجو کا یہ اضطراب بتا رہا ہے کہ کوئی حیرت انگیز واقعہ تمہاری نگاہ سے ضرور گزرا ہے، ورنہ اس سے پہلے اپنی آمد کے موقع پر تمہاری مسرت کے ساتھ حیرت کا یہ عالم میں نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔

اس سوال پر ام المومنین کی آنکھیں چمک اٹھیں فرط شوق میں عرض کیا:

سرکار؟ آج آپ کے قبرستان پر تشریف لے جانے کے بعد بڑے زور کی موسلا دھار بارش ہوئی ہے...... مدینے کے سارے ندی نالے جل تھل ہو گئے ہیں...... ہر طرف سیلاب امڈ آیا ہے...... لیکن حیرت ہے کہ نہ تو قبرستان میں چھپنے کی کوئی جگہ ہے...... نہ آپ کے ساتھ بارش سے محفوظ رہنے کا کوئی سامان ہی تھا...... آخر اتنی موسلا دھار بارش کہاں گئی..... نہ آپ کے چہرے پر بوند کا کوئی اثر ہے..... نہ بالوں میں نمی ہے..... نہ پراہن ہی تر ہوا ہے..... سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا واقعہ میرے ساتھ پیش آ گیا ہے..... عالم اسباب کی کڑیاں ملاتی ہوں تو ایک کڑی بھی نہیں مل رہی ہے...... اسی عالم تحیر میں مجھ پر بیخودی کا ایک کیف طاری ہے۔

حضرت ام المؤمنین کا یہ جواب سن کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

واقعہ غلط نہیں ہے۔ ضرور تمہاری آنکھوں نے برستے ہوئے بادل دیکھے ہیں، لیکن قبل اس کے کہ میں حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھاؤں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد تم نے میرے استعمال کا کوئی کپڑا تو اپنے سر پر نہیں رکھ لیا تھا۔

ام المؤمنین نے عرض کیا:

آپ کی وہ یمنی چادر جس کے جھرمٹ میں روح الامین وحی لے کر اترتے ہیں، اسے دوپٹے کی طرح البتہ میں نے سر پر ڈال لیا تھا۔

Marfat.com

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب دینے کے بعد ام المؤمنین گوش بر آواز ہو گئیں۔ نہایت بیتابی کے ساتھ وہ حقیقت کی نقاب کشائی کا انتظار فرما رہی تھیں کہ رحمتوں کے پھول برساتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

عائشہ! یہ وہ بارش نہیں تھی جو آسمان کی کالی گھٹاؤں سے برستی ہے، جس سے کپڑے بھیگتے ہیں اور زمین نم ہو جاتی ہے، بلکہ یہ وہ بارش نور تھی جو عالم غیب میں ہر آن میرے اوپر برستی ہے۔ میرے نورانی جسم سے مس ہونے والے کپڑے کو جوں ہی تم نے سر پر رکھا عالم غیب کے سارے حجابات اٹھ گئے اور تمہاری آنکھوں نے عالم قدس سے برسنے والی بارش کا مشاہدہ کر لیا۔

اللہ اکبر! سوچنے کا مقام ہے کہ جس رسول انور کے جسم پاک سے لگی ہوئی چادر کا یہ فیضان ہے کہ اس کے سائے میں غیب کے دروازے کھلتے ہیں، نظر کے حجابات اٹھ جاتے ہیں، خود اس رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدۂ غیب کا کیا عالم ہوگا؟

٭٭٭٭

Marfat.com

نکھرا ہوا سونا

دوپہر کی دھوپ، آگ کی طرح تپتی ہوئی چٹان اور سل کے نیچے دبی ہوئی ایک زندہ لاش........ غلاموں کو اتنی دردناک سزا نہیں دی جاتی!

مکہ کے ایک تاجر نے امیہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

شاید تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس نے کتنا سنگین جرم کیا ہے۔ سارے صنادید عرب جس رسول کے خلاف صف آرا ہیں، یہ بدبخت اس کا کلمہ پڑھتا ہے۔ شب و روز اسی کا دم بھرتا ہے۔ اسی کے تصور و خیال میں ہر وقت شرابور رہتا ہے۔ میں نے اسے بار بار سمجھایا کہ تو ایک حبشی نژاد غلام ہے۔ عرب والے رسول سے تیرا کیا رشتہ ہے؟ اگر کسی کا حق تیرے اوپر ہو سکتا ہے تو آقا ہونے کی حیثیت سے یہ منصب میرا ہے، اور صرف میرا ہے......... امیہ نے تیور بدل کر جواب دیا۔

Marfat.com

تمہاری اس فہمائش پر وہ کیا کہتا ہے؟..... مکے کے تاجر نے پھر سوال کیا۔

کہتا ہے کہ تم نے میرا جسم خریدا ہے۔ غلامی کے فرائض کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے دل سے نہیں۔ میں تمہاری خدمت سے انکار کردوں یا مجھ سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی طرح کی کوتاہی سرزد ہو تو البتہ میں لائق تعزیر ہوں، لیکن ضمیر کی آواز اور دل کی امنگوں پر تمہارا کوئی حق تسلیم کرنے سے میں قطعاً انکار کرتا ہوں۔ کسی دلکش اور زیبا ہستی کے ساتھ روح کی وابستگی کے لیے رنگ ونسل کی ہم آہنگی بالکل ضروری نہیں۔ حبشی نژاد ہونا عرب کے پیغمبر صادق پر ایمان لانے سے مانع نہیں ہے۔

امیہ نے نہایت تمسخر کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب نقل کیا۔

اس کی گفتگو کا تیور بتا رہا ہے کہ عرب کی رائے عامہ کے خلاف بغاوت کے بھرپور جذبے سے وہ مسلح ہو چکا ہے۔ رسول کی آواز کے سحر سے اس کا جانبر ہونا اب بہت مشکل ہے۔ ایسے بے وفا سرکش کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے یہ سزا بھی بہت ناکافی ہے........ یہ کہتے ہوئے مکے کا تاجر آگے بڑھ گیا۔

پھر وہی دوپہر کا وقت تھا آسمان سے چنگاری برس رہی تھی۔ لالہ کی طرح دہکتے ہوئے انگاروں پر حضرت بلال کو لٹا دیا گیا۔ اوپر سے کئی من پتھر کی ایک چٹان سینے پر رکھ دی گئی تا کہ سلگتا ہوا جسم کروٹ نہ بدل سکے۔

ایک زندہ انسان کا خون جل رہا تھا۔ چربی پگھل رہی تھی اور مکے کے اوباش تالیاں بجا بجا کر بدمست شرابیوں کی طرح ناچ رہے تھے۔

چنگاریوں کی طرح جسم کی خاکستر اڑنے لگی، لیکن سلگنے والے کی زبان پر ظلم وستم اور جور واستبداد کا کوئی شکوہ نہیں ہے۔ ایک سے ایک لرزا دینے والا واقعہ دنیا کی نگاہوں سے گزرا ہے، لیکن خوشنودئ حق کے لیے تسلیم ورضا اور صبر وضبط کا یہ حیرت انگیز

Marfat.com

نظارہ چشم فلک نے کم ہی دیکھا ہوگا۔

تصور جاناں میں آنکھیں بند تھیں اور امیہ ہاتھ میں تازیانہ لیے پوچھ رہا تھا:

بتا! کیا اب بھی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھے گا؟......تیری ہڈی تک جل گئی ......اب تو جھوٹے دین سے توبہ کر لے......بلاوجہ اپنی جان کو ہلاکت کا نشانہ مت بنا......آخری بار سن لے کہ اب بھی اگر تو اپنی ضد سے باز نہ آیا تو تیرے جسم کو جلا کر راکھ کر دوں گا......سارا عرب میرے ساتھ ہے......کوئی بھی تیری حمایت کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔

شدت کرب میں لرزتی ہوئی ایک مدہم سی آواز فضا میں گونجی:

رسول عربی کا کلمہ میں زندگی کی آخری سانس تک پڑھتا رہوں گا......اس دین کو میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں، جس کی محبت میرے دل کی دھڑکنوں میں جذب ہو چکی ہے......ایک حبشی غلام کی اس سے بڑھ کر اور کیا معراج ہوگی کہ اس کے جسم کی جلی ہوئی راکھ رسول عربی کے قدموں کا بوسہ لے لے.....میری فتح و سرخروئی کے لیے میرے رسول کی حمایت بہت کافی ہے.....وفاداری کی موت ہلاکت نہیں، حیات جاوید ہے۔

چاندنی رات تھی۔ ایک پیکر نور کے دم قدم سے مکے کی پہاڑیوں پر نور برس رہا تھا اور فضاؤں میں ہر طرف خوشیوں کی ترنگ بکھری نظر آ رہی تھی کہ اتنے میں چمنستان رسالت کے عندلیب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ آج چہرے پر غیر معمولی اندوہ و غم کے آثار تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھاتے ہی دریافت فرمایا:

ابوبکر! آج تمہارے چہرے پر دل کے گہرے زخم کے آثار واضح طور پر نظر آ رہے ہیں، خیریت تو ہے!

Marfat.com

ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ عرض کیا:

یارسول اللہ ! اب حضرت بلال کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔آج دوپہر کو ظلم وشقاوت کا ایک دلگداز منظر دیکھ کر آنکھوں سے خون ٹپک پڑا۔ظالم نے دہکتی ہوئی آگ پر ننگی پیٹھ انہیں سلادیا تھا۔آپ کے کاکل ورخ کا غلام آنکھیں بند کیے سلگتا رہا۔اف کرنا تو بڑی بات ہے، جانثار نے کروٹ بھی نہیں بدلی۔انگاروں کے مدفن کے نشانات بتانے کے لیے جگہ جگہ پیٹھ میں غار پڑ گئے ہیں۔

جوروستم کی یہ دردانگیز سرگزشت سن کر سرکار کی پلکیں بھیگ گئیں،ارشادفرمایا:

ابوبکر! مت گھبراؤ........حق کا سورج زیادہ دیر تک گہن میں نہیں رہتا ہے۔ آزمائشوں کی انہیں بھٹیوں میں عشق وایمان کا سونا نکھرتا ہے۔وہ دن بہت جلد آرہا ہے جب اہل ایمان کی دنیا بلال کو اپنا آقا کہہ کر پکارے گی۔

جذبۂ غمگساری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے خود ہو گئے،عرض کیا:

یارسول اللہ ! امیہ اسی لیے تو انہیں اپنے مظالم کا نشانہ بنا رہا ہے کہ وہ انہیں اپنا زرخرید غلام سمجھتا ہے۔سرکار مجھے اجازت مرحمت فرمائیے کہ حضرت بلال کو خرید کر آزاد کردوں۔

خوشی سے چہرۂ زیبا کھل گیا،ارشادفرمایا:

اس سے بڑھ کر اور دارین کی سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے ایک مظلوم بھائی کو رنج ومحن کے زنداں سے رہا کرایا جائے۔دین کے رشتے سے مصیبت زدوں کی امداد خدائے بزرگ وبرتر کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔

لیکن ابوبکر! نگارخانۂ عشق کے اس شکیل زیبا کی خریداری میں مجھے بھی شریک کرلینا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبات کی بے خودی میں اشک بار ہو گئے۔

Marfat.com

سرکار! میں اور بلال دونوں ہی کاکل ورخ کے غلام اور دامن کرم کے پناہ گیر ہیں.....آپ سے الگ نہ ہماری جان کی کوئی ہستی ہے نہ مال کا کوئی وجود......شرکت تو جب ہوتی کہ میرا کوئی الگ وجود ہوتا.......جب سب کچھ حضور ہی کا ہے تو اب شرکت کا سوال ہی کیا رہ جاتا ہے؟........میری تو صرف اتنی آرزو ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس سنگدل یہودی سے چھڑا کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم ناز پر نثار کر دوں۔

دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ سے کہہ رہے تھے:

میں تمہارے حبشی غلام کو خریدنا چاہتا ہوں........اگر تم ایثار کر سکو تو میرے ہاتھ پر فروخت کر دو۔

امیہ نے کہا: اگرچہ میں ضرورت مند ہوں، لیکن تمہاری بات نہیں کاٹوں گا۔ خریدنا ہے تو مناسب قیمت طے کرلو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میں تمہاری منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں۔ اور پھر جیسے ہی اس نے زبان ہلائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا پس و پیش منہ مانگی قیمت ادا کر دی۔

جب خوشی میں جھومتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کر چلنے لگے تو امیہ نے طعن کرتے ہوئے کہا:

ابوبکر! ایک ذہین تاجر کی حیثیت سے تم عرب گیر شہرت کے مالک ہو، تمہارے متعلق مشہور ہے کہ مال پرکھنے اور قیمت لگانے میں تمہارا اب تک کوئی بھی حریف نہیں پیدا ہو سکا ہے، لیکن مجھے سخت تعجب ہے کہ آج بلال کی خریداری میں مات کھا گئے۔ ایک ناکارہ غلام جس کی نہ صورت ہی دیکھنے کے قابل ہے اور نہ اسے کوئی ہنر ہی آتا ہے، تم نے سونے کے مول اسے خرید لیا ہے۔ اتنا بڑا باغی اور بے عقل ہے وہ کہ میں نے سخت سے سخت سزا دی

Marfat.com

ہے، لیکن رحم کی درخواست کرنے کا بھی اسے سلیقہ نہیں معلوم۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا ناکارہ غبی اور بے ہنر غلام تم نے کس مصرف کے لئے خریدا ہے؟

معنی خیز تبسم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو لفظوں میں یہ جواب مرحمت فرمایا:

خوب وناخوب کا معیار ہر جگہ یکساں نہیں ہوتا.... بڑی مشکل یہ ہے کہ تم جسے عیب سمجھ رہے ہو وہی میرے نزدیک ہنر ہے ...... بلال کو سونے کے مول خرید کر بھی میں شرمندہ ہوں کہ اس کی واجبی قیمت دونوں جہاں سے زیادہ ہے۔

جس رخ زیبا کی ایک جھلک نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وارفتہ بنا دیا تھا، آج زندگی بھر کے لیے اسی کے قدموں میں پہنچ گئے تھے۔ آقائے کونین کے دامن میں انہیں دو جہاں کا سرمدی سکون مل گیا۔ اب وہ سیاہ فام غلام نہیں تھے، عالم اسلام کے خوبرو آقا تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

نصیبے کی ارجمندی

معراج کی شب تھی...... سارا عالم بالا سلطان کونین کے خیر مقدم کیلئے چشم براہ تھا...... ملائکہ و مرسلین کے جھرمٹ میں شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ سرکار کی سواری پہنچی...... سلامی کے لیے قدسیوں کے بیڑے جھک گئے..... عرش کا پرچم سرنگوں ہوگیا..... امیدوں کے ہجوم سے گزرتے ہوئے عالم ملکوت کا معائنہ فرمایا..... اب گشت کے لیے باغ فردوس کی طرف بڑھے........ مرحبا کہنے کے لئے ہر طرف حور وغلماں کی صفیں ایستادہ تھیں..... حضرت جبریل امیں قدم قدم پر ہم رکاب تھے۔

جنت کی سیر کرتے ہوئے ایک مقام سے گزر رہے تھے کہ سرکار کی چشم اقدس ایک غمگین اور ملول حور پر پڑی، جو ایک درخت کی ٹہنی تھامے ہوئے رو رہی تھی۔ فردوس کے عالم خوشگوار میں رنج وغم کی پرچھائیں دیکھ کر حضور کو بڑا اچنبھا ہوا۔ جبریل امیں سے ارشاد

Marfat.com

فرمایا کہ دریافت کرو یہ حور کیوں رو رہی ہے، جنت کے عیش دوام میں اسے کون سا غم لاحق ہو گیا ہے؟

حضرت جبریل امیں علیہ السلام نے اس کے قریب پہنچ کر کہا:

کیا تجھے معلوم نہیں کہ سلطان کونین نے جنت میں قدم رنجہ فرمایا ہے؟

جواب دیا کہ معلوم ہے، جبھی تو غمگین فریادیوں کی طرح اپنا حال بنا رکھا ہے کہ ان کی نگاہ رحمت میرے اوپر پڑے اور وہ میرا حال دریافت کریں۔

حضرت جبریل امیں علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تجھے مبارک ہو! انہوں نے تیرا حال دریافت کرنے کے لیے مجھے بھیجا ہے۔ جواب کے انتظار میں سرکار کی سواری رکی ہوئی ہے۔

حور نے اپنی آنکھوں کا آنسو آنچل میں جذب کرتے ہوئے کہا:

سلطان کونین کی سرکار میں اپنے غم کی دردانگیز کہانی میں خود سناؤں گی۔

باریاب ہونے کی اجازت ملتے ہی حاضر ہوئی...... جھک کر سلام عرض کیا...... جلالت شاہانہ کے آداب بجالائی اور اپنی سرگزشت سنانا شروع کیا:

یارسول اللہ! خدائے کرزدگار کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے جنت کی حوروں میں مجھے حسن و جمال کی ملکہ بنایا ہے...... آٹھوں جنتوں میں میری طلعت وزیبائی کا کوئی حریف نہیں ہے...... اور میرے درخشاں عارض کی جودت فردوس کے بام ودر پر پھیلی ہوئی ہے...... اگر بے نقاب ہو جاؤں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور جنت میں دوپہر کا اجالا پھیل جائے۔

یارسول اللہ! ایک دن کا واقعہ ہے کہ اچانک میرے دل میں خیال گزرا کہ قیامت کے دن ساری حوریں کسی نہ کسی بندۂ مقبول کے حوالے کی جائیں گی...... علم الہٰی

Marfat.com

میں میرا بھی کوئی جوڑا ضرور مقرر ہوگا، جس کی رفاقت میں مجھے دائمی زندگی گزارنی ہے.......... یہ خیال آگے بڑھتے بڑھتے ایک آرزو کی صورت میں تبدیل ہوگیا، یہاں تک کہ جنت کی ایک خوشگوار سحر کے وقت میں نے رب العزت کی بارگاہ میں یہ التجا پیش کی:

الٰہ العالمین! تیری نعمت واحسان کے آگے میری پیشانی ہمیشہ خم رہے گی کہ تو نے مجھے حسن کی بے مثال خلعتوں سے سرفراز کیا ہے۔

پروردگارا! مدت سے ایک آرزو سینے میں مچل رہی ہے کہ عرصۂ قیامت میں اپنے جس بندۂ مقرب کے حوالے تو مجھے کرے گا، ذرا اس کی ایک جھلک مجھے بھی دکھلا دے۔ کم از کم یہ تو دیکھ لوں کہ میرا جوڑا کیسا ہے؟

رحمتوں کا دربار جوش پر تھا۔ میری یہ التجا قبول ہوگئی اور حکم ہوا کہ سامنے جو آئینہ رکھا ہے، اسے ایک نظر دیکھ لے۔ اس پر تیرے جوڑے کی جھلک نظر آئے گی۔

یارسول اللہ! میں ارمان وشوق میں ڈوبی ہوئی آئینے کی طرف بڑھی.........
میرے قدم خوشی سے زمین پر نہیں پڑ رہے تھے کہ آج عالم جاوید کے محبوب ترین ساتھی کو دیکھنے جارہی تھی....... میری آنکھوں کے پیمانے سے جلووں کی شراب ٹپک رہی تھی....... جھومتی مچلتی میں آئینے کے سامنے پہنچی...... جوں ہی نگاہ اٹھائی، دل پر ایک بجلی گری اور آرزوؤں کا سارا خرمن جل گیا...... اس وقت سے آج تک ارمانوں کی خاکستر سے دھواں اٹھ رہا ہے...... دل کو کسی کروٹ چین نہیں ہے...... ہمیشہ اس غم میں سلگتی رہتی ہوں کہ ایک بدشکل سیاہ فام اور وحشت ناک چہرے کے ساتھ میرا کیوں کر نباہ ہو سکے گا جب کہ اس کے تصور سے طبیعت کو وحشت ہونے لگتی ہے؟

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے زیر لب مسکراتے ہوئے دریافت فرمایا:

اپنے جوڑے کا جو سراپا تو نے آئینے میں دیکھا ہے، میرے سامنے بیان تو کر۔

Marfat.com

اس نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

سر سے پا تک مجسم سیاہی، خوفناک اندھیرا، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، موٹے موٹے ہونٹ، چوڑے چکلے دانت، چپٹی ناک، بھدا چہرہ اور تنگ و تاریک پیشانی، ہاتھ اور پاؤں بھی نہایت بھونڈے، قد و قامت بھی بالکل بے ڈھنگا...... چشمۂ نور میں نکھری ہوئی چاندنی اور گل و لالہ کی بہاروں کے ساتھ اس وحشت مجسم کا پیوند کیونکر جوڑا جا سکتا ہے؟

وہ جب اپنی بات ختم کر چکی تو سرکار نے سر اٹھایا۔ آنکھیں غیرت جلال سے سرخ ہو گئیں تھیں............ ارشاد فرمایا:

تو نے جو سراپا بیان کیا ہے، وہ تو میرے پیارے بلال کا ہے۔ ایک عاشق سراپا، ایک مومن وفا کیش اور نگار خانۂ ہستی کے ایک گوہر نایاب کو پا کر تو اپنی غم نصیبی کا شکوہ کر رہی ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بلال میرا عاشق مجسم ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کے سائے میں اسے پناہ کی جگہ دی ہے اور سن لے:

میرا بلال بارگاہ یزدانی میں تقرب کی اس مسند امتیاز پر فائز ہے کہ فردائے قیامت میں اس کے جسم کی سیاہی حوران خلد کے رخساروں پر تل بنا کر تقسیم کر دی جائے۔

آتش کدۂ عشق میں وہ نکھرا ہوا سونا، جس نے محبت کی شیفتگی میں دونوں جہاں سے منہ پھیر لیا ہے، وہ حسن مجرد کا تماشائی ہے۔ فردوس کا حسن وہ کیوں کر خاطر میں لائے گا۔ اپنے جلوؤں کی زیبائی پر تو غرور نہ کر۔ ہو سکتا ہے جس دن ستر ہزار نقاب الٹ کر تو بلال کے سامنے آئے، میرا بلال تجھے ناپسند کر دے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر وہ اپنے جذبات قابو میں نہ رکھ سکی۔ طلعت جمال کا سارا خمار اتر گیا۔ اور اضطراب شوق کی وارفتگی میں چیخ پڑی:

سرکار! میری معذرت قبول کی جائے۔ میرے غم کا بوجھ اتر گیا۔ وہی سیاہ فام بلال

Marfat.com

مجھے پسند ہے۔ میں اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں کہ سلطان کونین کا پروردۂ نظر میرے حصے میں آیا۔ قیامت کے دن اسی سراپا کے ساتھ بلال کو اپنی آنکھوں میں بٹھانا چاہتی ہوں۔

اس کی معذرت قبول فرمائی گئی اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

عشق کارساز! تیری دہائی، ایک سیاہ فام غلام کو اتنا بڑھایا کہ کونین کے سر کا تاج بنا دیا۔

رحمت و نور کے آبشار میں نکھرنے والے! تیرے جسم کی سیاہی پر چراغ کعبہ کی روشنی قربان ہے، تیرا نام شوکت اسلام کی سب سے بڑی یادگار ہے۔

مسلمانوں کے سید و سرور بلال! اپنے آتشکدۂ عشق کی ایک چنگاری ہمارے دلوں کی انجمن تک بھی پہنچا دے ...... نبض حیات کی تپش سرد پڑتی جا رہی ہے..... ایمان و یقین کی حرارت کا مزاج اپنے نشان سے نیچے اترتا جا رہا ہے.... یہود کا آتشکدہ پھر سلگنے لگا ہے...... دنیائے اسلام کو تیرے فیضان عشق کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

اذان بلالی

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

مدینے کے افق سے بہت دور سورج چلتے چلتے رک گیا...... سپیدۂ سحر کے انتظار میں اہل مدینہ کی آنکھیں پتھرا گئیں ...... لوگ حیران و پریشان بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

یارسول اللہ! آج کی رات کتنی طویل ہوگئی ہے..... تہجد کی نماز ادا کرنے والے کب سے اپنے معمولات سے فارغ ہو چکے ...... بچے کئی کئی بار سو کر جاگے اور جاگ جاگ

Marfat.com

کر سوئے، لیکن رات ہے کہ ختم ہونے کو نہیں آتی۔

لوگ عرض مدعا کر ہی رہے تھے کہ آسمان کا دروازہ کھلا..... پروں کی آواز فضا میں گونجی.......اور پلک جھپکتے ہی جبریل امیں سامنے کھڑے تھے۔

یارسول اللہ! عرش کے سب سے اونچے کنگرے پر ایک فرشتہ مقرر ہے، جس کے قبضہ میں سورج کی باگ ڈور ہے۔ حضرت بلال کی آواز سن کر وہ مدینہ کے افق پر سورج کو آگے بڑھنے کی اجازت دیتا ہے۔آج وہ اب تک انتظار میں ہے تاہنوز مدینے سے اذان کی آواز عرش تک نہیں پہنچی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذان تو ہوگئی......البتہ بلال نے اذان نہیں دی ہے........کچھ لوگوں کی درخواست پر آج سے ایک خوش الحان مؤذن مقرر کیا گیا ہے۔

جبریل امیں علیہ السلام نے عرض کیا:

دل کے عشق واخلاص کی گہرائی میں اتر کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے ہیں...... یہ انہی کا حصہ ہے.........یہی وجہ ہے کہ عرش تک پہنچنے کی پرواز سوائے ان کی آواز کے اور کسی کو اب تک حاصل نہیں ہوسکی ہے........اس لیے جب تک وہ اذان نہیں دیں گے، مدینہ کے افق پر سحر کا اجالا نہیں پھیل سکے گا۔

حضرت روح الامین کی درخواست پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا گیا۔جوں ہی اذان کے کلمات فضا میں گونجے، رات کی سیاہی چھٹنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف صبح کا اجالا پھیل گیا۔

اس دن ہر کہہ ومہ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ عشق رسالت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقام کتنا اونچا کر دیا ہے.....اور فیضان نبوت کے بل پر ایک

Marfat.com

نحیف ونزار غلام کی آواز میں کس قیامت کی توانائی پیدا ہو گئی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جگر میں عشق کے سوز وگداز کا وہ دردناک منظر تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی، جب جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری دنیا سے پردہ فرمالیا تو حضرت بلال کے شوق کی دنیا اجڑ گئی۔ ہمیشہ کے لیے زندگی کی امنگوں کا خاتمہ ہو گیا۔ دیوانہ وار مدینے کی گلیوں میں راستہ چلنے والوں سے اپنے محبوب کا پتہ پوچھتے پھرتے۔ عہد رسالت کے بیتے ہوئے دن یاد آ جاتے تو آنکھوں سے خون حسرت ٹپکنے لگتا۔ کبھی کبھی ان کی رقت انگیز آہ وفغاں سے اہل مدینہ کے دل ہل جاتے۔ بالآخر ہجر وفراق کا صدمہ تاب ضبط سے باہر ہو گیا تو ایک دن سوگوار اٹھے اور ملک شام کی طرف چلے گئے اور حلب میں سکونت اختیار کر لی۔

ایک شب ذرا سی آنکھ لگی تھی کہ قسمت بیدار نے انہیں آواز دی۔ پلٹ کر دیکھا تو طلعت زیبائے رسول سے سارا گھر منور تھا۔ چہرۂ انور سے تجلیات کی کرن پھوٹ رہی تھی......... ارشاد فرمایا:

بلال! تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے......... کیا تمہارے دل میں کبھی ہماری ملاقات کا شوق پیدا نہیں ہوتا؟

خواب سے بیدار ہوئے تو ان پر ایک عجیب رقت انگیز کیفیت طاری تھی۔ آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر لبیک یا سیدی کا نعرہ تھا۔ اسی وقت افتاں وخیزاں مدینے کی طرف چل پڑے۔ جذبۂ شوق کے اضطراب میں شب وروز چلتے رہے۔ مدینہ جب قریب آ گیا تو دل کا حال قابو سے باہر ہو گیا۔ پہاڑوں، صحراؤں اور وادیوں سے پچھلے دور کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں، جو ایک ایک کر کے حافظے میں تازہ ہونے لگیں۔ چند قدم اور کچھ آگے بڑھے تو سامنے مدینہ چمک رہا تھا۔ اچانک قوت ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ شدت غم سے کلیجہ پھٹنے

Marfat.com

لگا۔ بیساختہ منہ سے ایک چیخ نکلی اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ کچھ دیر کے بعد قدرے سکون ہوا تو اٹھے اور دیوانہ وار زار و قطار روتے ہوئے مدینے میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی اہل مدینہ میں ایک شور ماتم بلند ہوا۔ چاروں طرف سے جاں نثاروں کی بھیڑ لگ گئی۔ پھر وہ عالم احاطہ تحریر سے باہر ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کے روضے پر حاضر ہوئے۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ غم سے سینہ دکھنے لگا۔ تربت انور کے سامنے پہنچتے ہی ضبط کا پیمانہ چھلک اٹھا۔ چیخ مار کر زمین پر گرے اور بیہوش ہو گئے۔

اسی عالم میں لوگ انہیں اٹھا کر لے گئے۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو کئی دنوں تک ''یا محمد'' کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ جب تک مدینے میں رہے عشق و محبت کی دنیا اتھل پتھل ہوتی رہی۔ ایک دن لوگوں نے ان سے اذان دینے کی درخواست کی تو آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رقت انگیز آواز میں فرمایا:

وہ زمانہ پلٹا لاؤ، جب میرے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور میں شہادت کی انگلیوں سے ان کی طرف اشارہ کرتا تھا۔

یہ جواب سن کر جب لوگ مایوس ہو گئے تو شہزادۂ رسول سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار میں حاضر ہوئے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ شہزادۂ رسول کی بات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کبھی نہیں ٹالیں گے۔ بالآخر سیدنا امام عالی مقام کے اصرار پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

جس وقت مینار پر کھڑے ہو کر انہوں نے ''**اللّٰہ اکبر**'' کہا تو سارے مدینے میں ایک کہرام مچ گیا..... لوگوں کے دل دہل گئے...... آہ و فغاں سے ہر گھر میں قیامت کا منظر برپا ہو گیا...... پردہ نشین عورتیں جذبۂ بیخودی میں گھروں سے باہر نکل آئیں..... کمسن بچے اپنے والدین سے پوچھنے لگے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو آ گئے، ہمارے آقا

Marfat.com

کب تک تشریف لائیں گے؟

اذان دیتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب کلمۂ شہادت پر پہنچے تو حالت غیر ہو گئی۔ حسب عادت انگلیوں کا اشارہ کرنے کے لئے نگاہ صحن مسجد کی طرف اٹھ گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ پہلی اذان تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سامنے نہیں تھا۔ ایک عاشق دلگیر اس دردناک حالت کی تاب نہ لا سکا۔ فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ پھر مدینے میں ایک شور محشر برپا ہوا...... پھر عشق کی دبی ہوئی چنگاری جاگ اٹھی .... پھر ہجر رسول کا غم سینوں میں تازہ ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد بہت دنوں تک اہل مدینہ کی پلکیں بھیگی رہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب تک مدینے میں رہے، دل کا زخم رستا رہا۔ غم فراق جب ضبط نہ ہو سکا تو کچھ دنوں کے بعد پھر ملک شام کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔

اے خوشا نصیب! کہ جس کے تن کی سیاہی غلاف کعبہ میں جذب ہو گئی اور جس کے دل کا نور عرش کی قندیل نے مستعار لے لیا..... جو اپنے نسب کے اعتبار سے غلام تھا لیکن حسب میں ملت اسلامیہ کا آقا کہلایا..... یہ حقیقت ہے کہ عشق رسالت کے فیضان نے ایک مشت غبار کو کائنات کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔

Marfat.com

پیکروفا

چاندنی رات کا پچھلا پہر تھا......مدینے کی گلیوں میں ہر طرف نور برس رہا تھا اور پوری آبادی رحمتوں کی گود میں محوخواب تھی ....آسمانوں کے دریچے کھل گئے تھے ....فضائے بسیط میں فرشتوں کے پروں کی آواز دم بدم تیز ہوتی جارہی تھی.........عالم بالا کا یہ کارواں شاید مدینے کی زمین کا تقدس چومنے آرہا تھا۔

اچانک اسی خاموش سناٹے میں بہت دور ایک آواز گونجی۔ فضاؤں کا سکوت ٹوٹ گیا۔ شبستان وجود کے سارے تار بکھر گئے اور ایمان کی تپش چنگاریوں کی طرح بال بال سے پھوٹنے لگی۔

میخانۂ عشق کا دروازہ کھلا.....کوثر کی شراب چھلکی ....اور جذبۂ اخلاص کی والہانہ سرمستیوں میں سارا عالم ڈوب گیا۔

Marfat.com

یہ غلامان اسلام کے آقا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز تھی، جس نے ہر گھر میں ایک ہنگامۂ شوق برپا کر دیا تھا۔ اب مدینے کی ساری آبادی جاگ اٹھی تھی۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی ایک شکستہ گھر کے سامنے آواز دے رہا تھا:

گلشن اسلام کی شادابی کے لیے خون کی ضرورت ہے۔ آج نماز فجر کے بعد مجاہدین کا لشکر ایک عظیم مہم پر روانہ ہو رہا ہے۔ مدینے کی ارجمند مائیں اپنے نوجوان شہزادوں کا نذرانہ لے کر فورا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جائیں۔

کلمۂ حق کی برتری کے لیے تڑپتی ہوئی لاشوں کو خوشنودیٔ حق کی بشارت مبارک ہو....... مبارک ہو خون کا آخری قطرہ جو ٹپکتے ہی اسلام کی بنیاد میں جذب ہو جائے۔

ایک ٹوٹے ہوئے دل کی طرح یہ ٹوٹا ہوا گھر ایک بیوہ عورت کا تھا۔ چھ سال کے یتیم بچے کو گود میں لیے ہوئے وہ سو رہی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر چونک پڑی۔ دروازے پر کھڑی ہو کر غور سے سنا۔ سنتے ہی دل کو چوٹ ابھر آئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل ہو گئیں۔ چھ سال کا یتیم بچہ سویا ہوا تھا۔ فرط محبت میں بچے کو سینے سے چمٹا لیا۔ سسکیوں کی آواز سن کر بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ ماں کو روتا ہوا دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ گلے میں باہیں ڈال کر معصوم اداؤں کے ساتھ دریافت کیا:

ماں کیوں رو رہی ہو........ کہاں تکلیف ہے تمہیں؟

آہ! ایک ناسمجھ بچے کو کیا معلوم کہ حسرتوں کی چوٹ کتنی دردناک ہوتی ہے۔ کہاں چوٹ ہے؟ یہ نہیں بتایا جا سکتا، لیکن اس کی کسک سے سارا جسم ٹوٹنے لگتا ہے۔

پھر ایک بیوہ عورت کا دل تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ ذرا سی ٹھیس سے چور چور ہو جاتا ہے۔

بچے کے اس سوال پر ماں کا دل اور بھر آیا۔ غم کی چوٹ سے یک بیک جذبات کا دھارا پھوٹ پڑا۔ گرم گرم آنسوؤں سے آنچل کا کونا بھیگ گیا۔

Marfat.com

بچہ بھی ماں کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔

ماں نے بچے کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: میرے لال! مت روؤ...... یتیموں کا رونا عرش کا دل ہلا دیتا ہے..... تمہارے گریۂ الم سے غم کی چوٹ اور تازہ ہو جائے گی...... بدر کی وادی میں ابدی نیند سونے والے اپنے شہید باپ کی روح کو مت تڑپاؤ...... دنیا چھوڑنے کے بعد بھی شہیدوں کے دل کا رابطہ اپنے خون کے رشتوں سے باقی رہتا ہے ...... چپ ہو جاؤ...... مت روؤ میرے لال!

مگر بچہ روتا رہا۔ وہ بضد تھا کہ ماں کیوں رو رہی ہے۔ بالآخر اپنے بچے کے لیے ماں کی آنکھ کا ابلتا ہوا چشمہ سوکھ گیا۔ ماں نے بچے کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

بیٹا! ابھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ، وہ جنہیں ہم دہکتی ہوئی آگ کا نکھرا ہوا سونا کہتے ہیں، یہ اعلان کرتے ہوئے گزرے ہیں کہ اسلام کا پرچم دشمنوں کی زد پر ہے۔ آج نماز فجر کے بعد مجاہدین کا ایک لشکر میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ آقائے کونین نے اپنے جانباز وفاداروں کو آواز دی ہے کہ آج غیرت حق کا سمندر ہلکورے لے رہا ہے۔ رحمتوں کے تاجدار آج ایک ایک قطرۂ خون پر جنتوں کی بہار لٹا دیں گے۔ ایک لمحے میں آج قسمتوں کی ساری شکن مٹ جائے گی۔

کتنی خوش نصیب ہوں گی وہ مادرانِ ملت جو سپیدۂ سحر کی روشنی میں اپنے نوجوان صاحبزادوں کا نذرانہ لیے ہوئے سرکار رسالت مآب میں حاضر ہوں گی۔

آہ! کتنی قابل رشک ہوں گی ان کی یہ التجا یا رسول اللہ! ہم اپنے جگر کے ٹکڑے آپ کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہیں۔ اسی آرزو میں انہیں دودھ پلا پلا کر جوان کیا تھا کہ ایک دن ان کے لہو سے دین کا چمن سیراب ہوگا۔

یا رسول اللہ! ہمارے ارمانوں کی یہ حقیر قربانی قبول فرمالیں ...... سرکار عمر بھر کی

Marfat.com

محنت وصول ہو جائے گی۔

یہ کہتے کہتے ماں کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔آواز بھر گئی۔ بچہ ماں کو روتا دیکھ کر مچل گیا۔

ماں نے کہا: بیٹا ضد نہ کرو۔دل کی چوٹ تم ابھی نہیں سمجھ سکتے۔میں اپنے نصیب کو رو رہی ہوں۔کاش آج میری گود میں بھی کوئی نوجوان بیٹا ہوتا تو میں اپنا نذرانۂ شوق لیے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتی۔

افسوس! کہ آج آخرت کے سب سے بڑے اعزاز سے محروم ہوگئی۔

یہ کہتے کہتے پھر دل کا درد جاگ اٹھا......پھر غم کی تپش بڑھ گئی......اور پھر آنکھوں کے چشمے سے آنسو ابلنے لگے۔

بچے نے ماں کو چپ کراتے ہوئے کہا:

اس میں رونے کی کیا بات ہے ماں؟ تمہاری گود خالی تو نہیں ہے۔رحمت عالم کے حضور میں سب اپنے جوان بیٹوں کو لے کر جائیں گی اور تم مجھ ہی کو لے کر چلنا۔

ماں نے چمکارتے ہوئے جواب دیا:

بیٹا! میدان کارزار میں بچوں کو نہیں لے جاتے........وہاں تو شمشیر کی نوک سے دشمن کی صفیں الٹنے کے لیے جوانوں کے کس بل کی ضرورت پڑتی ہے.........وہاں سروں پر چمکتی ہوئی تلواروں کی بجلیاں گرتی ہیں.........وہاں نیزوں کی انی سے کفر کے جگر میں شگاف ڈالا جاتا ہے.........میرے لال! وہ قتل وخون کی سرزمین ہے،تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟

بچے نے ضد کرتے ہوئے کہا کہ اپنی کم سنی کے باعث ہم میدان کارزار میں جانے کے قابل نہیں ہیں لیکن بارگاہ رسالت میں حاضری کے لیے تو عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ہماری قربانی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالی تو زہے نصیب.......اور اگر بچہ سمجھ کر واپس

Marfat.com

کردیا تو کم از کم اس کا تو غم نہیں رہے گا کہ اسلام کے لیے جان کی نذر پیش کرنے سے ہم محروم رہ گئے۔ جان چھوٹی ہو یا بڑی، بہر حال جان ہے اور جان ہونے کی حیثیت سے دونوں کی قیمت میں کوئی فرق نہیں۔

ماں نے فرط محبت سے بچے کا منہ چوم لیا اور حیرت سے منہ تکنے لگی۔ اس کم سنی میں داناؤں جیسا شعور صرف اس رحمت خاص کا صدقہ ہے، جو یتیموں کی نگراں ہے۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ جلوۂ زیبا کے پروانے آنکھوں میں خمار شوق لیے مسجد نبوی کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ درد آشنا دلوں کے لیے ایک رات کا لمحۂ فراق بھی طویل مدت کی طرح بوجھل ہو گیا تھا۔ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خورشید کی پہلی کرن کے نظارہ کے لیے ہر نگاہ اشتیاق و آرزو کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

نماز فجر کے بعد مسجد نبوی کے صحن میں مجاہدین کی قطاریں کھڑی ہو گئیں۔ جو نوجوان محاذ جنگ پر جانے کے قابل تھے، انہیں لے لیا گیا۔ باقی واپس کردیئے گئے۔ انتخاب کے کام سے فارغ ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا ہی رہے تھے کہ ایک پردہ نشیں خاتون پر نظر پڑی، جو چھ سال کا بچہ لیے کنارے کھڑی تھی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

" اس خاتون سے جا کر دریافت کرو، وہ بارگاہ رحمت میں کیا فریاد لے کر آئی ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قریب جا کر نہایت ادب سے پوچھا:

" دربار رسالت میں آپ کیا فریاد لے کر حاضر ہوئیں ہیں۔ "

خاتون نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا:

آج رات کے پچھلے پہر آپ اعلان کرتے ہوئے میرے گھر کے سامنے سے

Marfat.com

گزرے۔ اعلان سن کر دل تڑپ اٹھا۔ میرے گھر میں کوئی جوان نہیں تھا، جس کے خون کی اسلام کی بارگاہ میں نذر پیش کرتی۔ چھ سال کا یہ یتیم بچہ ہے، جس کا باپ گزشتہ سال جنگ بدر میں جام شہادت سے سیراب ہوا۔ یہی کل متاع زندگی ہے، جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہوں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بچے کو گود میں اٹھالیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے بچے کو آغوش رحمت میں جگہ دی، سر پر ہاتھ پھیرا، پیار کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

میرے شہزادے! تم ابھی کم سن ہو۔ محاذ جنگ پر جوانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ابھی تم اپنی ماں کی آغوش میں پلو، بڑھو اور گلشن اسلام کی بہار بنو۔ جب تمہارے بازو میں کس بل پیدا ہو جائے گا تو میدان جنگ خود تمہیں آواز دے گا۔

بچے نے اپنی تتلاتی ہوئی زبان سے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی امی جان کو دیکھا ہے کہ جب وہ چولہا جلاتی ہیں تو پہلے چھوٹے چھوٹے تنکوں کو سلگاتی ہیں۔ جب آگ دہکنے لگتی ہے تو پھر موٹی موٹی لکڑیاں ڈالتی ہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جنگ کرنے کے قابل تو نہیں ہوں، لیکن کیا میدان کارزار گرم کرنے کے لیے مجھ سے تنکوں کا بھی کام نہیں لیا جا سکتا۔ اگر آپ مجھے اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تو میری امی روتے روتے ہلکان ہو جائیں گی۔ وہ اس غم میں ہر وقت روتی رہتی ہیں کہ آج میری گود میں بھی کوئی جوان بیٹا ہوتا تو میں بھی اسے اسلام کی نذر کر کے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا اعزاز حاصل کرتی۔

جن معصوم اداؤں کے ساتھ بچے نے اپنی زبان میں دل کے حوصلے کا اظہار کیا،

Marfat.com

سارے مجمع پر رقت طاری ہو گئی۔ سرکار بھی فرط اثر سے آبدیدہ ہو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جا کر اس بچے کی ماں سے کہہ دو کہ اس ننھی جان کی قربانی قبول کر لی گئی ہے۔ قیامت کے دن وہ غازیان اسلام کی ماؤں کی صفوں میں اٹھائی جائے گی۔

آج خدا کی ایک مقدس امانت سمجھ کر وہ بچے کی پرورش کا فرض انجام دے اور خدا کے یہاں بال بال کا اجر محفوظ رہے گا۔

☆☆☆

Marfat.com

شادی کی پہلی رات

حنظلہ......ایک شکیل وخوبرونوجوان......حسن وزیبائی کا ایک گل رعنا.....اور عشق وایمان کا ایک دہکتا ہوا لالہ.....اپنے قبیلہ میں ہر شخص کا محبوب نظر تھا۔

بار حیا سے پلکیں جھکی رہتی تھیں.....شوق شہادت میں آنکھوں سے کوثر کی شراب ٹپکتی.....عالم تنہائی میں بھی بے داغ جوانی کے انگ انگ سے کردار کا تقدس جھلکتا۔

عفیف وپاکباز حسن کی دلکشی بھی کتنی سحر انگیز ہوتی ہے؟......ایک حنظلہ اپنے قبیلے کے جمالستان میں ہزاروں آرزوؤں کی امیدگاہ بن گئے تھے۔ انہیں خود خبر نہیں تھی کہ تصورات کی کتنی انجمنوں میں ان کی یادوں کے چراغ جل رہے ہیں۔ اس عالم فانی کی زندگی میں اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتے تھے کہ ایک بندۂ مومن کے تمام ارمانوں کا مرکز صرف رسول کونین کی ہستی ہے۔ شمع رسالت کے پروانوں کے لیے اس گیتی پر ایمان سے

Marfat.com

زیادہ کوئی لذیذ چیز نہیں ہے اور میکدۂ عرفان کا بادہ نوش حسن وشراب کی سرمستیوں پر تھوکنا بھی اپنی بے نیازیوں کی توہین سمجھتا ہے۔

یہی وہ لافانی تصورات تھے جن کی لہروں میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی زندگی شرابور رہا کرتی تھی۔ صحبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان سے ان کے روحانی تقدس کا فروغ اب اس نقطۂ عروج پر پہنچ گیا تھا، جہاں دامن تر کے ٹپکتے ہوئے قطروں سے گلہائے قدس کے لئے شبنم مہیا کی جاتی ہے۔

اسی رنگ ونور کے پاکیزہ ماحول میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن گزرتے گئے........عمر کا کارواں آگے بڑھتا گیا...... یہاں تک کہ جب ان کے حسن وشباب کا خط نصف النہار پر پہنچ گیا تو ماں نے ایک دن بیٹے کے سامنے اس آرزوئے شوق کا اظہار کیا:

میرے ارمانوں کے شگفتہ پھول! تمہاری شادی کے لیے قبیلے کے ممتاز گھرانوں سے بہت سے پیغامات آرہے ہیں۔ اجازت دو تو کوئی مناسب پیغام منظور کرلوں۔

بیٹے نے ماں کے قدموں کا بوسہ لیتے ہوئے جواب دیا:

میری زندگی کو اسیر شوق بنانے کے لئے وہی زنجیر بہت کافی ہے، جس کا نام اسلام ہے۔ اب دل کا کوئی گوشہ التفات غیر کے لئے خالی نہیں ہے۔ چراغ قدس کے پروانے کو اسی شبستان میں رہنے دو ماں، جہاں دونوں جہان کی فرحت نصیب ہوتی ہے۔ بے نیام تلواروں اور لالہ کی طرح سرخ میدانوں سے زندگی کی رفاقت کا عہد کرنے والوں کو اب اور کسی پیمان وفا کی طرف مت لے جاؤ۔

شہنشاہ کونین کا منادی کب آواز دے دے، کسی کو کیا معلوم؟ ایک کفن بردوش مجاہد کو ہر وقت گوش برآواز رہنا چاہیے۔

Marfat.com

ماں نے چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا:

لیکن بیٹا! رشتۂ ازواج بھی تو اسی شہنشاہ کونین کی سنت ہے جس کے حکم پر گوش بر آواز رہنے کے لئے تم زندگی کی فراغت چاہتے ہو۔ شاید تمہیں اس کی خبر نہ ہو کہ تمہارے اسی موسم حیات کی بہار دیکھنے کے لئے میں نے کتنی صعوبتوں کا مسکراتے ہوئے خیر مقدم کیا ہے اور کتنے ہی آلام کی بھٹی میں سلگ سلگ کر میں نے اپنی محبوب امیدوں کو مرنے سے بچایا ہے۔

اپنی زندگی کی فصل بہار پر میرے مقدس ارمانوں کا اگر کچھ بھی حق تمہیں تسلیم ہو تو اجازت دو کہ میں تمہاری پیشانی پر مسرت وشادمانی کا ایک مہکتا ہوا چمن آباد کروں۔

فیروز مند بیٹے نے خود سپردگی کے انداز میں سر جھکاتے ہوئے جواب دیا:

اب میرے اندر مزید انکار کی جرأت نہیں ہے۔ مادر مشفقہ کی خواہش کے احترام میں سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔

چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد قبیلے کے ایک معزز گھرانے کا رشتہ منظور کر لیا گیا۔ آپ جیسے شکیل وخوب رو نوجوان کو پانے کے لئے جہاں بہت سے ارمانوں کا خون ہوا، وہاں ایک آرزو پروان چڑھی اور قبیلہ کی سب سے حسین وجمیل دوشیزہ آپ کے لئے منتخب کر لی گئی۔ بالآخر ایک خوش گوار شام کو نشاط وسرور کی پرنور فضا میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ دولہا بنائے گئے اور نہایت سادگی کے ساتھ عقد نکاح کی رسم ادا کی گئی۔

آج شادی کی پہلی رات تھی۔ دو دھڑکتے ہوئے دل ہنگامۂ شوق کے ایک نئے عالم میں داخل ہو رہے تھے۔ پہلی بار ایک پارسا نوجوان کی نگاہ حسن وزیبائی کی نکھری ہوئی چاندنی میں خیرہ ہو کے رہ گئی تھی۔ ہر طرف ارمانوں کے ہجوم کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ دو

Marfat.com

عفت مآب روحوں کی ملاقات کا عالم کون بتائے؟

البتہ تاریخ کے حوالہ سے اتنا ضرور سراغ مل سکا کہ رات کا ایک پہر بیت جانے کے بعد پس دیوار اچانک کسی منادی کی آواز فضا میں گونجی اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ چونک اٹھے......نشاط وطرب کے شوق انگیز لمحوں کا تسلسل ٹوٹ گیا...... چہرے پر ایک گہرے تجسس کا نشان ابھرا......اور شدت اضطراب کے عالم میں کھڑے ہو گئے...... دیوار سے کان لگا کر اعلان کے الفاظ کو دوبارہ غور سے سنا......دربار رسالت مآب کا منادی آواز دے رہا تھا کہ کفر کی یلغار اسلام کی فصیل کی طرف بڑھتی آ رہی ہے......ناموس حق کے پروانے بغیر کسی لمحۂ انتظار کے رسالت کی سرکار میں حاضر ہو جائیں......مجاہدین اسلام کا صف شکن قافلہ تیار کھڑا ہے جو سپیدۂ سحر کی نمود سے پہلے پہلے میدان جنگ کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

اعلان کے الفاظ سینے میں اتر گئے۔ اب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ میں نہیں تھے۔ جذبات کے تلاطم کا عالم قابو سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ فریضۂ جہاد نے انہیں مشکلات کے گھنے اندھیرے سے پکارا تھا۔ بیخودی کی حالت میں ایک بار نظر اٹھا کر اپنی نئی نویلی دلہن کو دیکھا۔ حسرت ناک کرب کے ساتھ بڑی مشکل سے یہ الفاظ اپنے منہ سے ادا کر سکے:

جان آرزو! میدان جنگ سے اسلام نے آواز دی ہے۔ اب ہنگامۂ شوق کے یہ خود فراموش لمحے ختم ہوئے۔ اجازت دو کہ مجاہدین کی اس قطار میں بڑھ کر شامل ہو جاؤں، جو رسالت کی سرکار میں کھڑی ہے۔ زندگی نے وفا کی اور معرکۂ کارزار سے بخیر وسلامت واپس لوٹ آیا تو پھر تمہاری زلفوں کی مہکتی ہوئی رات کا خیر مقدم کروں گا۔ اور اگر خوش بختی سے میری زندگی کام آ گئی اور میرے جگر کا خون اسلام کی بنیاد میں جذب ہو گیا تو اب

Marfat.com

قیامت کے دن شہیدان وفا کی صفوں میں تمہیں کہیں نہ کہیں ضرور ملوں گا۔ اچھا اب اجازت دو، وقت بہت نازک ہے۔

یہ کہتے ہوئے جیسے ہی قدم باہر نکالنا چاہتے تھے کہ بیوی نے دامن تھام لیا اور ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ بمشکل تمام یہ چند جملے ادا کرسکی:

میخانۂ کوثر کی طرف بڑھنے والے کو کون روک سکتا ہے........زحمت نہ ہو تو رسول کونین کے قدم ناز کی امان میں مجھے بھی لیتے چلو.........کنیزان بارگاہ کی آخری صف میں بھی جگہ مل گئی تو میں اپنی خوش نصیبی پر تا ابد نازاں رہوں گی۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے دو لفظوں میں جواب دیا:

سرمدی اعزاز کے استحقاق کے لئے تمہاری یہی قربانی کیا کم ہے کہ تم نے بھرپور بشاشت کے ساتھ عیش ونشاط کے ان دلفریب لمحوں کو اسلام کی ضرورت پر نثار کردیا ہے۔ یقین رکھو! گلشن جاوید کی طرف میں تنہا نہیں جارہا ہوں، تمہارے ارمانوں کا کارواں بھی میرے ہمراہ ہے۔ اچھا اب اجازت دو۔ خدا تمہارے صبر وشکیب کی عمر دراز کرے۔

یہ کہتے ہوئے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ گھر سے نکل پڑے۔ جب تک نظر آتے رہے عقیدت بھری نگاہ ہر اٹھتے ہوئے قدموں کا بوسہ دیتی رہی۔

رات کے پچھلے پہر جانثاروں کا لشکر دعاؤں کے ہجوم میں معرکۂ کارزار کی طرف روانہ ہوگیا۔ جان رحمت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ناقۂ مبارک پر سوار تھے۔ پیچھے پیچھے پروانوں کی قطار چل رہی تھی۔ سرکار کے رخ زیبا کی تنویر سے مجاہدین کے سینوں میں فاتحانہ شوکتوں کا چراغ جل اٹھا تھا۔

میدان جنگ میں پہنچ کر سرفروشان اسلام کی صفیں آراستہ ہوگئیں۔ کفار کے لشکر نے بھی اپنا مورچہ سنبھال لیا۔

Marfat.com

دوسرے دن صبح کے وقت طبل جنگ بجتے ہی گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ان کے ہاتھ کی تلوار بجلی کا شرارہ معلوم ہو رہی تھی۔ ان کے بے دریغ حملوں سے لشکر باطل میں ہر طرف ایک شور قیامت برپا تھا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی پیاسی روح چشمۂ کوثر کی طرف نہایت تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ عالم جاوید سے اب چند ہی قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ان کے جگر میں آ کر پیوست ہو گیا۔ لہو کے اڑتے ہوئے فوارے سے سارا پیرہن رنگین ہو گیا۔ جب تک رگوں میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی تھا، کلمۂ حق کی سر بلندی کے لئے فولاد کی دیوار بن کر کھڑے رہے اور جب رگوں کی آگ بجھ گئی تو گھائل ہو کر زمین پر گر پڑے۔ پھر چند ہی لمحے بعد روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

دوپہر ڈھلتے ڈھلتے کفار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو کھلی ہوئی فتح نصیب ہوئی۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد زخمیوں کو اکٹھا کیا گیا اور شہیدوں کی لاشیں جمع کی گئیں تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلاش شروع ہوئی۔ ان کی گمشدگی پر سارے لشکر کو حیرت تھی۔ جب وہ کہیں نہیں ملے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچائی گئی۔ آپ نے چند لمحے توقف فرمانے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حنظلہ کی لاش کو عالم بالا میں فرشتے اٹھا کر لے گئے ہیں۔ وہاں انہیں غسل دیا جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سامنے موجود تھی۔ بال بھیگے ہوئے تھے۔ خون آلود پیرہن سے پانی کا قطرہ ٹپک رہا تھا۔

مدینہ پہنچ کر لوگوں نے جب گھر والوں سے ان کے حالات دریافت کئے تو

Marfat.com

معلوم ہوا کہ رات کو گھر سے چلتے وقت ان پر غسل جنابت فرض ہو چکا تھا۔ اضطراب شوق نے فرض اتارنے کی بھی انہیں مہلت نہیں دی۔ لہٰذا غسل جنابت کا وہ فریضہ عالم بالا میں فرشتوں کے ذریعہ اتارا گیا۔

اسی دن سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا لقب بارگاہ رسالت سے ''غسیل الملائکہ'' قرار پایا۔

زندہ باد! اسلام کے قابل رشک فرزند! زندہ باد!

Marfat.com

شادی کی ترنگ سے میدان جنگ تک

حبش کی تپتی ہوئی خاک سے اڑ کر جن ذروں نے عرش کی بلندیوں پر اپنا آشیانہ بنایا تھا، ان میں ایک حبشی نژاد عبداللہ اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

غلامی کی زندگی نے ان کے دل کی خاکستر کو اس طرح روند ڈالا تھا کہ ایک بجھے ہوئے چراغ کی طرح ان کی زندگی کی ساری امنگوں نے دم توڑ دیا تھا۔

کہتے ہیں کہ زلف جاناں کی جو خوشبو مدینے سے اڑ کر خطۂ زمین میں دور دور تک پھیل گئی تھی، ایک دن انہیں بھی محسوس ہوئی جب کسی راہگیر نے ان سے کہا:

تم نے کچھ سنا ہے؟ دنیا کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کے لئے مدینہ میں ایک نئی پناہ گاہ کھلی ہے...... رحمتوں کے پیکر میں آسمان سے کوئی عجیب وغریب انسان اترا ہے...... دلوں کے کتنے ہی ویرانے اس کے قدم کی آہٹ سے آباد ہو گئے ہیں...... مظلوموں،

Marfat.com

زیر دستوراور مسکینوں کے لیےاس کی شفقتوں کی گود ہمیشہ کھلی رہتی ہے.........اس کی پلکوں کے سائے میں ہروقت کرم کا دریا لہراتا رہتا ہے.......اس کی شاداب نگاہیں جلتے ہوئے زخموں کے لیے تسکین کا مرہم ہیں.........اس کے ہونٹوں کا تبسم بجھی ہوئی خاکستر کے لیے زندگی کی بشارت ہے۔

جلدی کرو! امیدوں کے قافلے زمین کے کناروں سے سمٹتے ہوئے آرہے ہیں۔تم بھی ان کی اڑائی ہوئی گرد میں شامل ہو جاؤ۔اگرخوبیٔ قسمت سے تم مدینے کے نخلستان میں پہنچ گئےتو تمہاری پامال زندگی جگمگا اٹھے گی۔

یہ خبرسن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک اٹھیں اور انہوں نے عالم تحیر میں دریافت کیا:

کیاتم سچ کہہ رہے ہو؟.....اپنی سرشت کا کوئی نیا انسان ہوتو البتہ ایسا ہوسکتا ہے، ورنہ آج کی بھری دنیا میں مظلوموں اورزیردستوں کا کون حامی ہے؟.....روئے زمین کے جو غم نصیب میٹھے بول کے لئے ترس گئے ہیں، بھلاانہیں شفقتوں کی گود میسر آسکتی ہے!

اگرکوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہےتو بہت اچنبھے کی بات ہے۔

راہگیر نے پرجوش لہجے میں جواب دیا:

اگرتمہیں یقین نہیں آتا تو مدینہ اسی خطۂ زمین پرواقع ہے۔وہاں جاکراپنے ماتھے کی آنکھ سے دیکھ لو۔میں کہہ رہا ہوں کہ وہ انسانی پیکر میں ضرور ہے،لیکن وہ اس دنیا کا انسان نہیں معلوم ہوتا۔اس کے وجود کا سررشتہ کسی اورعالم سے ملتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سینے میں ایک ایسی آتش شوق بھڑک اٹھی،جس نے ان کی ہستی کا صبروقرار چھین لیا......آنکھوں کی نینداڑ گئی........ بیتاب آرزوؤں کی راتیں قیامت کی طرح دراز ہوگئیں......ویرانوں سے انس بڑھ

Marfat.com

گیا.......آبادیوں سے وحشت ہونے لگی.... یکا یک ایک دن انہیں پتہ چلا کہ ملک شام کا کوئی تجارتی قافلہ مدینہ کے نخلستان سے ہوتا ہوا مکہ جارہا ہے..... یہ اطلاع ملتے ہی خوشی سے ان کا چہرہ کھل گیا.....ان کی پیشانی سے بشاشت کا نور ٹپکنے لگا....وہ اضطراب شوق کی بیخودی میں اٹھے اور قافلے کی گزرگاہ پر کھڑے ہوگئے.....کئی دن کے انتظار کے بعد ایک دن دور سے انہیں اڑتے ہوئے غبار کا طوفان نظر آیا.....قافلے کی علامت دیکھ کر ان کی روح پر فرحت وانبساط کے بادل چھا گئے..... تھوڑی دیر کے بعد قافلے میں شامل ہوتے ہی ان کے دل کی دنیا بدل گئی........غم کا سارا بوجھ اتر گیا......شب وروز چلتے چلتے بالآخر ایک دن وہ حجاز کی سرحد میں داخل ہوگئے......کچھ اور فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک منزل پر قافلہ کے لوگوں نے مدینے کے راستے کی نشاندہی کر کے انہیں رخصت کر دیا۔

اب وہ اکیلے ہی مدینے کی طرف چل رہے تھے۔ جذبۂ شوق کے علاوہ اب کوئی ان کا شریک سفر نہیں تھا۔متواتر کئی دن کی مسافت طے کرنے کے بعد انہیں کھجوروں کے جھنڈ نظر آئے۔ان کے دل نے بے ساختہ آواز دی شاید یہی مدینے کا وہ نخلستان ہے، جس کی گود میں مظلوموں کی پناہ گاہ ہے اور کچھ فاصلہ طے کیا تو مدینے کی پہاڑیاں چمکنے لگیں۔ چند قدم چل کر اب مدینے کی وہ آبادی نظر کے سامنے تھی، جہاں پہنچنے کے لیے دل میں جذبۂ شوق کا تلاطم برپا تھا۔

ایک وارفتہ حال دیوانے کی طرح جیسے ہی وہ مدینے میں داخل ہوئے، گلی کوچوں میں لوگوں سے اپنی منزل مقصود کا پتہ پوچھنا شروع کیا۔ان کی بیقراری دیکھ کر ایک صاحب انہیں مسجد نبوی کے دروازے تک پہنچا کر واپس ہوگئے۔مسجد کے فرش پر کونین کے شہنشاہ مدینے کے مسکینوں کو اپنی آغوش رحمت میں لیے بیٹھے تھے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ جمال

Marfat.com

ونور کی زیبائی خود آواز دے رہی تھی کہ آؤ کعبۂ مقصود یہاں ہے۔ جیسے ہی چہرۂ انور پر نظر پڑی دل کا عالم زیروزبر ہو گیا۔ جذبۂ شوق کی بیخودی میں آگے بڑھے اور قدموں پر سر رکھ دیا۔ آنکھوں کی راہ سے قلب وروح کا سارا غبار دھل گیا۔ روئے زمین کی روندی ہوئی ایک مشت خاک اب اس قدم کے نیچے آ گئی تھی جو کائنات کی سب سے باعزت جگہ تھی۔

مدتوں کی ایک پیاسی روح چشمۂ رحمت سے سیراب ہو چکنے کے بعد اسلام وایمان کے سررشتہ سے ہمیشہ کے لئے منسلک ہو گئی۔

اکرام وآسائش کے باغ فردوس میں پہنچ کر بالکل پہلی مرتبہ وہ روحانی مسرتوں کی ایک نئی زندگی سے روشناس ہوئے۔ اب عبد اللہ اسود کسی راہ گزر کا سنگریزہ نہیں تھے، سینۂ صدف میں پرورش پانے والے گوہر نایاب کی طرح محفوظ تھے۔ جدھر نکل جاتے ایسا لگتا کہ شفقت واعزاز کی ہر آغوش انہی کے لیے کھلی ہوئی ہے۔ کبھی جس کا چوکھٹ پر کھڑا رہنا باعث عار تھا، آج اُسے پلکوں پر جگہ مل گئی تھی۔ آسمان سے اترنے والے اس نئے انسان کی آواز میں کیسا حیرت انگیز اعزاز تھا، جس نے پلک جھپکتے ہزاروں برس کا مزاج بدل دیا تھا۔ مدینے میں انسانی زندگی کا جو نیا پیمانہ رائج تھا، اسے دیکھ دیکھ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حیران رہا کرتے تھے۔

بارگاہ رسالت کی شفقتوں نے انہیں اس طرح سینے سے لگا لیا کہ وہ اپنی پامال زندگی کا سارا غم بھول گئے۔ مسجد نبوی کا صحن ان کی ساری امیدوں کا آشیانہ بن گیا تھا۔ کونین کی نعمتوں کے مرکز میں ان کے لیے کس بات کی کمی تھی۔ ہر وقت عشق وعرفان کی سرمستی میں وہ نہال ومسرور رہا کرتے تھے۔

ایک دن شام کا خوشگوار موسم تھا۔ زلف معنبر کی خوشبو سے سارا مدینہ مہک اٹھا تھا۔ جلووں کی بکھری ہوئی چاندنی میں درودیوار چمک رہے تھے۔ اسی عالم میں حضرت

Marfat.com

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آج ان کی حاضری کا انداز بالکل نرالا تھا۔ منہ کھول کر شاید کچھ کہنا چاہتے تھے۔ سرکار نے بھی ان کے مچلتے ہوئے شوق کا عالم محسوس فرما لیا اور ارشاد فرمایا:

کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

یہ سننا تھا کہ اچانک صبر وضبط کا پیمانہ ٹوٹ گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور روتے بھی کہاں؟ آخر سرکار کے سوا اس گیتی پر اشکوں کے گوہر کا شناسا بھی کون تھا؟

سرکار نے اپنی آستین میں ان کی آنکھوں کا آنسو جذب کرتے ہوئے فرمایا:

اس طرح پھوٹ پھوٹ کر مت روؤ! رحمت وکرم کا آبگینہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ میں تمہارا معروضۂ شوق سننے کے لئے ویسے ہی تیار ہوں اپنا مدعا بیان کرو۔

اپنے دلگیر جذبات پر قابو پانے کے بعد انہوں نے اپنے تمنا کا یوں اظہار کیا:

سرکار کے قدموں کی پناہ میں آجانے کے بعد زندگی کی ساری آرزو پوری ہو گئی۔ آخرت کا بھی کوئی غم نہیں ہے کہ اس کے لئے سرکار کے دامن کا سہارا بہت کافی ہے۔ اب زندگی کی رفاقت کے لئے عہد شباب کی صرف ایک تمنا باقی رہ گئی ہے، اور وہ ہے شادی!

حضور! کئی جگہ نکاح کا پیغام بھیجا لیکن کہیں بھی قبول نہیں کیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سیاہ فام حبشی، جس کا نہ کوئی گھر ہے نہ در ہے، نہ کوئی کمائی ہے نہ دھائی ہے، ایسے خانہ بدوش شخص کو کون اپنی لڑکی دے گا؟

حضور کی چوکھٹ سے لگے رہنے کے علاوہ میرے پاس ہنر بھی کیا ہے کہ میں زندگی کے اسباب فراہم کروں۔ ساری کونین تو اسی سنگ در پر سمٹ آئی ہے۔ اب میں اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ سرکار کے دست کرم میں کیا نہیں ہے۔ قسمت کی یہ گرہ بھی کھل ہی جائے گی، بس ایک نگاہ کرم کی دیر ہے۔

Marfat.com

کچھ اس دردناک عجز و نیاز کے ساتھ انہوں نے اپنی سرگذشت غم بیان کی کہ رحمت مجسم کو پیار آ گیا۔ تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اپنے دل کو آزردہ نہ کرو۔ تمہارے رشتۂ نکاح کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ جاؤ بنو کلب کے قبیلے کے سردار کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دے۔

یہ حکم سنتے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ فرط مسرت سے پھول کی طرح کھل گیا۔ وہ جانتے تھے کہ جو لوگ حضور کے حکم پر اپنی جان دے رہے ہیں، وہ اپنی لڑکی دینے سے کیوں کر انکار کر سکیں گے۔ انہیں سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ عرب کی سب سے حسین و جمیل دوشیزہ بارگاہ رسالت سے ان کے عقد نکاح کے لئے نامزد کی گئی تھی۔

دوسرے دن وہ علی الصباح خوشی کے ترنگ میں اٹھے اور سیدھے بنو کلب کے قبیلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آج کامیابی کی نشاط میں ان کے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ انہیں زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح کی خوشی کا لمحہ میسر آیا تھا۔

قبیلے کے سردار کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے دستک دی۔ اندر سے آواز آئی:

کون دروازے پر دستک دے رہا ہے۔

جواب دیا: میں رسول اللہ کا قاصد ہوں۔ سردار قبیلہ کے نام ان کا ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سنتے ہی دلوں کی سرزمین ہل گئی۔ سارے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دوڑتے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے دروازہ کھولا کہ اے زہے نصیب! میرے آقا نے کیا پیغام بھیجا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا میری زندگی کی معراج ہوگی کہ آج سرکار کی چشم کرم میری طرف متوجہ ہوگئی۔

قاصد کو اعزاز کی مسند پر بیٹھایا اور خود گوش بر آواز بن کر کھڑے ہو گئے۔ گھر کی

Marfat.com

مستورات اور فرخندہ فال صاحبزادی بھی دروازے سے لگ کر کھڑی ہوگئیں۔ انتہائی شوق انتظار کے عالم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سرکار کا یہ پیغام سنایا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکی صاحبزادی کے نام میرے لیے پیغام نکاح بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ اسے قبول کرلیں۔

یہ سن کر سردار قبیلہ پر ایک سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ایک عجیب کشمکش کی کیفیت میں غوطہ زن ہوگئے۔ ایک طرف آقائے کونین کا حکم تھا جو کسی طرح بھی ٹالا نہیں جاسکتا تھا اور دوسری طرف اپنی شہرۂ آفاق بیٹی کا مستقبل، جس سے نظر انداز کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی اسی شش و پنج کے عالم میں وہ کچھ دیر تک خاموش رہے۔

حضرت عبداللہ نے ان کی خاموشی سے یہ محسوس کیا کہ انہیں یہ رشتہ منظور نہیں ہے اس لیے فوراً وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے:

شاید آپ کو یہ رشتہ منظور نہیں ہے، اس لیے اب میں واپس جارہا ہوں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی اس کیفیت کا اظہار کردوں گا۔

یہ کہہ کر جیسے ہی وہ دروازے کے باہر نکلے سردار قبیلہ کی صاحبزادی چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے دروازے پر آکر کھڑی ہوگئی اور ایک اضطراب انگیز کیفیت میں آواز دی:

رسول عربی کے معزز قاصد واپس لوٹ آو........اللہ کے رسول کا بھیجا ہوا پیغام میرے نام ہے، میرے باپ کے نام نہیں......آزردہ خاطر ہو کر نہ جاؤ......مجھے یہ رشتہ منظور ہے......یہ سنتے ہی قاصد کے قدم رک گئے......وہ واپس پلٹ آئے......اس کے بعد صاحبزادی اپنے باپ سے یوں مخاطب ہوئی:

ابا جان! آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ دونوں جہان میں اس سے زیادہ معزز رشتہ اور کہاں مل سکتا ہے؟ آپ یہ نہیں خیال فرماتے کہ کل محشر کی سرزمین پر سارے جہاں کی

Marfat.com

لڑکیوں میں یہ فخر صرف آپ کی بیٹی کو حاصل ہوگا کہ اس کا رشتۂ نکاح سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمایا تھا۔ اصل اعزاز وہاں کا ہے، یہاں کی جھوٹی عزت وشہرت میں کیا رکھا ہے۔ ہمارے خاندان کے لیے رہتی دنیا تک برقرار رہنے والی یہ عزت کیا کم ہے کہ خدا کے حبیب کی نگاہ انتخاب ہمارے گھر پر پڑی ہے۔ غلاموں کی بھری آبادی میں لڑکیوں کی کیا کمی تھی، لیکن یہ ہماری ہی قسمت ہے کہ سرکار کی نوازش بے پایاں کے ہم مستحق ہوئے ہیں۔

بیٹی کی یہ گفتگو سن کر باپ کے سوچنے کا انداز اس طرح یکلخت بدل گیا جیسے کوئی چونک کر کسی پُر پیچ راستے سے واپس پلٹ آئے۔ فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے قاصد سے متوجہ ہوئے:

سرکار سے کہہ دینا کہ فرمان عالی میرے سر آنکھوں پر ہے۔ وہ جب چاہیں میں عقد نکاح کی مہم سرانجام دینے کے لیے حاضر ہوں۔

یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ اسود رضی اللہ عنہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مسرتوں کے خمار میں جھومتے ہوئے وہ بارگاہ رسالت کی طرف واپس لوٹے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہی یہ بشارت سنائی:

حضور! قبیلے کے سردار نے رشتۂ نکاح منظور کر لیا۔ اس کی بیٹی بھی سرکار کے حکم کی تعمیل میں سر بکف ہے۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تو پھر اب دیر کس بات کی ہے؟ جاؤ نکاح کا انتظام کرو۔ بازار سے ضروری سامان خرید لاؤ۔ سامان کی خریداری کے لیے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند درہم عنایت فرمائے۔ اور وہ بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں جس سے بھی ملاقات ہوتی، اسے خوشی کی ترنگ میں یہ خبر سناتے ہوئے کہتے:

Marfat.com

سرکار نے فلاں سردار کی بیٹی سے میرا رشتۂ نکاح طے فرمادیا ہے۔ نکاح کی مجلس میں آپ ضرور تشریف لائیے گا۔

بازار میں جیسے ہی انہوں نے قدم رکھا، ایک منادی کی آواز کان میں گونجی:

میدان جنگ سے اسلام نے اپنے جاں نثاروں کو آواز دی ہے......سرفروش مجاہدین کا لشکر تیار کھڑا ہے......کوثر کی شراب کے متوالو چلو......خون سے بھیگی ہوئی سرزمین پر جنت کے اترنے کے دن آگئے......خوش بختیوں کے میدان میں جو بھی سبقت لے جانا چاہتا ہے آگے بڑھے.....اور بے نقاب جلووں کا تماشا دیکھے۔

یہ آواز سن کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ چونک پڑے۔ انہوں نے سوچا کہ مومن کی ساری خوشی تو اسلام ہی کے دامن سے وابستہ ہے۔ دین کی عزت کا پرچم سلامت رہا تو زندگی میں مسرت ونشاط کی سینکڑوں شامیں آسکتی ہیں اور خدانخواستہ اسلام ہی کا سورج گہن میں آگیا تو شادی کے لمحات کو خون آلود ہونے سے کون بچاسکتا ہے؟

یہ سوچ کر فوراً انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور جو پیسے وہ شادی کا سامان خریدنے کے لیے لائے تھے، ان سے سامان جنگ خرید لیا اور چپکے سے لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ اس اندیشے سے کہ کہیں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں واپس نہ کردیں، انہوں نے اپنا سارا جسم کالے کمبل میں ڈھانپ لیا تھا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ اور اسی ڈر سے جب تک وہ میدان جنگ تک نہیں پہنچ گئے، لشکر کے بیچ میں نہیں آئے بلکہ کنارے کنارے چلتے رہے۔

اسلام کی زندگی کے لیے ذرا سرفروشی کا یہ اشتیاق تو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ اس لیے چھپ رہے تھے کہ کوئی انہیں میدان جنگ کی طرف جانے سے نہ روک دے اور آج کا نوجوان اس لیے سر چھپانے کی جگہ تلاش کرتا ہے کہ کوئی اسے میدان جنگ کی طرف نہ کھینچ کرلے جائے۔

Marfat.com

میدان جنگ میں پہنچ کر دونوں طرف کی فوجیں صف آرا ہو گئیں۔ جب خوب گھمسان کا رن چھڑ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے دیکھا کہ کالے کمبل میں لپٹا ہوا کوئی شخص بجلی کی طرح تلوار چلا رہا ہے۔ صرف اس کا ہاتھ نظر آ رہا تھا باقی سارا بدن چھپا ہوا تھا۔ حضور نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا:

ہاتھ کی گردش کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ عبداللہ اسود ہیں، لیکن وہ یہاں کیسے؟ وہ تو مدینے میں نکاح کی تیاری کر رہے تھے۔ چند صحابہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ یہ عبداللہ اسود رضی اللہ عنہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی فتح مبین پر جب جنگ ختم ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شہیدوں اور زخموں کی لاشیں الگ الگ کی جائیں۔ چند شہدائے کرام کی لاشیں اکٹھی کی گئیں تو دیکھا گیا کہ حضرت عبداللہ اسود رضی اللہ عنہ کی گردن پر خون کی ایک سرخ لکیر پھیلی ہوئی ہے۔ آنکھیں بند تھیں اور پھول کی طرح چہرہ کھلا ہوا تھا۔

ان کی نعش جیسے ہی نظر کے سامنے آئی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ عبداللہ اسود کے لئے جنت کو دلہن کی طرح سنوارا گیا ہے۔ حوران جناں انہیں اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے عالم جاوید کا دولھا بنا رہی ہیں۔

☆-☆-☆

Marfat.com

بیتاب آرزو

مدینے سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر احد کے مقام پر آج حق و باطل کا زبردست معرکہ تھا۔ دنیائے کفر کے سارے سورما آہن وفولاد کے مہیب ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ٹڈی دل کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اُدھر سارے قبائل میں شور تھا کہ آج مدینے کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی اور صفحۂ ہستی سے اسلام کا نام ونشان مٹا کر رکھ دیا جائے گا۔

اِدھر مدینے میں جذبات کے ہیجان کا یہ عالم تھا کہ مجاہدین کو رات کاٹنی مشکل ہو گئی........جوں ہی سویرا ہوا چمکتی ہوئی تلواروں کی جھنکار سے کوچہ و بازار گونج اٹھے.....ہر جوان سر بکف.......ہر بچہ کفن بدوش........ہر عورت دست بدعا........اور ہر بوڑھا شوق شہادت میں سرشار نظر آ رہا تھا۔

Marfat.com

رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو پاؤں سے لنگڑے تھے، وہ بھی محاذ جنگ پر جانے کے لئے تیار ہیں۔ لوگوں نے ہزار سمجھایا کہ تم معذور ہو، چلنا پھرنا مشکل ہے، تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟ تمہارے چار بیٹے تو جا ہی رہے ہیں، اب تمہارے ذمہ اسلام کا کون سا حق باقی رہ جاتا ہے؟

انہوں نے وفور جذبات میں بیخود ہو کر جواب دیا:

اسلام کا حق صرف اتنا ہی نہیں ہے۔ اسلام کا حق یہ بھی ہے کہ کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے میری رگوں کا سارا خون مقتل کی خاک میں جذب ہو جائے اور میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ میرے لیے یہ کتنی بڑی محرومی کی بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں حسرت سے منہ تکتا رہوں۔

اسی بیتابیٔ شوق میں گھر پہنچے تو بیوی نے دیکھتے ہی کہا:

جان بچا کر چھپنے والوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے، اُحد کی طرف جاؤ آج وہی تمہاری منزل عیش ہے۔

یہ طعنہ ایک تیز نشتر کی طرح جگر میں پیوست ہو گیا...... زخم کی چوٹ سے آنکھوں میں آنسو آ گئے ...... تلوار اٹھائی ...... نیزہ سنبھالا ...... اور قبلے کی طرف رخ کر کے یہ رقت انگیز دعا مانگی: **اللھم لاتعدنی الی اھلی**

ترجمہ: اے اللہ! اب مجھے اپنے اہل و عیال میں واپس نہ لانا۔

اور شوق شہادت کے سرور میں گھر سے باہر نکلے۔ سیدھے بارگاہ رسالت میں حاضری دی۔ صلوٰۃ و سلام پیش کیا اور بیٹھ گئے۔ چند لمحے کے انتظار کے بعد جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے تو عرض کیا:

یارسول اللہ! سرفروش مجاہدین کا لشکر جنت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مجھے بھی

Marfat.com

اجازت مرحمت فرمائیے تا کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر جہاد فرض نہیں ہے۔تم معذور ہو۔میدان کارزار میں جا کر کیا کرو گے؟

ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ عرض کیا:

حضور! بہت دنوں سے آرزو ہے کہ اپنے لنگڑاتے پاؤں سے جنت کی سرزمین پر چہل قدمی کروں .... سنا ہے کہ میدان جنگ سے جنت کا فاصلہ بس ایک قدم کا ہے.......اس سے زیادہ مختصر مسافت کی کوئی راہ مجھے نہیں مل سکتی .... پاؤں تو پہلے ہی ٹوٹ ہی چکا ہے، اجازت نہ ملی تو دل بھی ٹوٹ جائے گا.......مانتا ہوں کہ میدان کارزار میں جا کر کچھ نہیں کر سکوں گا، لیکن اپنے مولیٰ کی خوشنودی کے لئے شہید تو ہو سکتا ہوں......... عالم قدس کا جمال اب ایک لمحہ کیلئے بھی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا.......از راہ کرم میری درخواست قبول کر لی جائے.......لشکر آگے بڑھ رہا ہے، اب اجازت عطا فرما دیں۔

بالآخر ان کے پرشوق اصرار پر حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔اجازت ملتے ہی وہ جھومتے ہوئے اٹھے اور مستانہ وار اداؤں کے ساتھ جست لگاتے.......تڑپتے.....اچھلتے.......لشکر سے جا ملے۔اب ان کی آنکھوں میں یقین کی شمع جل رہی تھی اور نہایت بیتابی کے ساتھ اس ساعت ارجمند کا انتظار کر رہے تھے، جب ابدی نیند کے لیے پلک جھپکے اور دوسرے ہی لمحہ آنکھ کھلے تو فردوس کا دلکش نظارہ سامنے ہو۔

احد کا میدان عاشقان اسلام کے قدموں کے نیچے بچھا جا رہا تھا اور کہسار کی چوٹیاں جھک جھک کر بلند نیزوں کو سلام کر رہی تھیں.......کوثر کی شراب وادی کے قریب ہی سے بہہ رہی تھی.......جنت کا نگار خانہ پہاڑ کے دامن میں نصب کر دیا گیا.......محروم آنکھوں پر غیب کے چہرے آج بے نقاب ہو گئے تھے.........مخفی حقیقتیں اب حجابات کے

Marfat.com

پس پردہ نہیں تھیں، برملا نگاہوں کی زد پر تھیں۔

اسی عالم رنگ ونور میں مجاہدین کی صفیں آراستہ ہوئیں۔ ہیبت وجلال سے دھرتی کا سینہ دہل گیا۔

وہ تماشا بھی قابل دید تھا، جب لشکر کا والی قطار کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر اپنے جاں نثاروں کی فلک پیما ہمتوں کا نظارہ کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد نقارۂ جنگ بجا...... مجاہدین آگے بڑھے..... تلواریں چمکیں ...... بجلی گری ...... نیزے اٹھے ...... کمانیں جھکیں ...... اور دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔

اسی عالم قیامت خیز میں حضرت عمرو بن جموع کو دیکھا گیا کہ وہ بھی اپنے جذبۂ ایمانی سے میدان میں بڑھے جارہے ہیں..... اور آواز لگاتے جاتے ہیں کہ قسم خدا کی میں جنت کا مشتاق ہوں ...... صرف ایک ساغر کی آرزو کھینچ کر یہاں تک لائی ہے..... یہ سینہ ہے...... یہ سر ہے...... یہ گردن ہے...... آؤ مجھے گھائل کرو...... میں زخمی ہو کر تڑپنا چاہتا ہوں..... دشمنان حق کے لہو سے میں اپنی تلوار کی پیاس بجھا چکا..... اب میں خود سیراب ہونا چاہتا ہوں...... بس ایک جام کوثر کا انتظار ہے۔

اسی عالم شوق میں مچلتے ..... اکڑتے .... سینہ تانے .... رجز پڑھتے ...... آواز لگاتے .... چلے جارہے تھے کہ ایک زہر میں بجھا ہوا تیر آیا اور ان کے جگر میں پیوست ہو گیا...... گھائل ہو کر گر پڑے..... رگوں کا سارا خون مقتل کی خاک میں جذب ہو گیا...... ایک لمحہ کے لئے تڑپے اور خاموش ہو گئے۔

قریب جا کر دیکھا تو روح اس دنیا میں نہیں تھی ...... فردوس کی سرزمین پر چہل قدمی کر رہی تھی...... شہادت کا مشتاق کوثر کا جام خالی کر چکا تھا...... اور جنت کا شیدائی

Marfat.com

''دختران قدس'' کے جھرمٹ میں مسکرا رہا تھا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ شہادت کی خبر پا کر میدان احد میں آئیں اور چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا:

عمرو! تمہیں سرمدی نعمتوں کی یہ سرخروئی مبارک ہو...... حسینان فردوس کی انجمن میں مجھے بھول نہ جانا...... پیارے اسی کے لیے دروازے تک میں نے تمہیں رخصت کیا تھا...... مجھے اپنی بیوگی کا غم نہیں، تمہاری شہادت کی خوشی ہے...... خدا اسی خوشی کو سلامت رکھے...... یہ کہہ کر بھیگی پلکوں کے سائے میں انہوں نے اپنے اونٹ کو بیٹھایا اور جنت البقیع میں دفنانے کی غرض سے شوہر کی لاش کو اس پر بار کیا...... جوں ہی اونٹ کی مہار پکڑ کر مدینے کی طرف بڑھیں کہ اچانک اونٹ بیٹھ گیا...... ہزار کوشش کی لیکن اونٹ اپنی جگہ سے نہیں ہلا...... دوڑی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا ماجرا بیان کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اونٹ کو یہی حکم ہے۔ وہ تقدیر الٰہی سے سرتابی نہیں کرے گا۔ اچھا بتاؤ کیا دم رخصت عمرو بن جموع گھر سے کچھ کہہ کر چلے گئے تھے۔

عرض کیا:

ہاں، قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی تھی:

اللھم لاتعدنی الیٰ اھلی

ارشاد فرمایا:

ان کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ اب ان کی لاش مدینے واپس نہیں جا سکتی لہذا انہیں یہیں دفن کر دو۔ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں لنگڑاتے ہوئے چل رہے ہیں۔

Marfat.com

تیری منزل پہ پہنچنا کوئی آسان نہ تھا
سرحد عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے

آج بھی احد کی وادی میں یہ آواز کبھی کبھی سنائی دیتی ہے کہ

میدان جنگ سے جنت کا فاصلہ بس ایک قدم ہے۔ آخرت کے مسافروں پر اس سے زیادہ قریبی مسافت کی کوئی راہ آج تک نہیں کھلی۔ چند روزہ زندگی کے معاوضہ میں دائمی زندگی کا کاروبار یہیں ہوتا ہے۔

+++++

Marfat.com

انوکھی گواھی

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ خرید و فروخت کے وقت کوئی موجود نہیں تھا۔ گھوڑا بیچ کر اعرابی مکر گیا۔ لوگوں نے ہزار سمجھایا کہ تیری نیت خراب ہوگئی ہے، رسول کی زبان سے سچ کے سوا دوسری بات نہیں نکل سکتی۔ اس نے جواب دیا کہ سچ ہے تو گواہ پیش کرو۔ صحابہ واقعہ کے وقت موجود نہ تھے اس لیے گواہی نہ دے سکے۔ اتنے میں کہیں سے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آگئے، انہوں نے اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے اپنا گھوڑا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے۔ اعرابی خاموش ہوگیا اور اسے گھوڑا آپ کے حوالہ کرنا پڑا۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا:

Marfat.com

خزیمہ! تم واقعہ کے وقت موجود تھے ہی نہیں، تم نے شہادت کیسے دی؟

کہنے لگے:

یارسول اللہ! آپ کی زبان حق ترجمان سے سن کر جب آسمان کی خبر پر ہم شہادت دیتے ہیں، تو زمین کی خبر پر ہمیں شہادت دینے میں کیا تامل ہوسکتا ہے؟ یقین کا چشمۂ حقیقی آپ کی زبان ہے، ہماری آنکھ نہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر بے حد مسرور ہوئے اور انعام خسروانہ کے طور پر اس دن سے یہ قانون بن گیا کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی ایک گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

ایفائے عہد

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربار خلافت کھلا ہوا تھا۔ مقدمات پیش ہو رہے تھے۔ مظلوم کی دادرسی کا سلسلہ جاری تھا کہ ناگہاں ایک خوبصورت نوجوان کو دو آدمی پکڑے ہوئے لائے اور فریاد کی:

امیر المؤمنین! اس ظالم سے ہمارا حق دلوایا جائے۔ یہ ہمارے بوڑھے باپ کا قاتل ہے۔

امیر المؤمنین نے خوبصورت نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

تم صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہہ سکتے ہو۔

نوجوان نے بیان دیا کہ میرا اونٹ ایک باغ میں چلا گیا تھا۔ باغ کے بوڑھے مالک نے پتھر مار کر میرے اونٹ کی آنکھ پھوڑ دی۔ میں نے بھی پتھر کھینچ کر اسے مارا۔ میرا ارادہ اسکے قتل کا نہیں تھا، لیکن میری شامت سے وہ مرگیا۔

Marfat.com

امیر المؤمنین نے فیصلہ صادر کرتے ہوئے فرمایا:

چوں کہ تم نے اقبال جرم کر لیا، اس لیے اسلام کے قانون تعزیرات کے مطابق تم سے قصاص لیا جائے گا یعنی خون کا بدلا خون۔

نوجوان نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا:

اسلام کے قانون اور عدالت کے سامنے میں اپنا سر تسلیم خم کرتا ہوں، لیکن اتنی بات عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ میرا ایک نابالغ بھائی ہے۔ باپ نے مرتے وقت اس کے حصے کا سونا میرے حوالہ کر دیا تھا۔ میں نے اسے ایک ایسی جگہ دفن کر دیا ہے، جس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں۔ اگر میں سونا اسکے حوالہ نہ کر سکا تو قیامت کے دن اپنے باپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ اس لیے مجھے تین دن کی مہلت دی جائے۔ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو کر واپس آ جاؤں تو مجھ پر قصاص جاری کیا جائے۔

امیر المؤمنین نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمایا:

عدالت کے سامنے اپنا ضامن پیش کرو۔

نوجوان نے حاضرین مجلس پر ایک امید بھری نظر ڈالی۔ ساری مجلس میں کوئی بھی اس کا شناسا نہ تھا۔ مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک صحابیِ رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آواز دی:

امیر المؤمنین! میں اس نوجوان کا ضامن ہوتا ہوں۔ اسے تین دن کی مہلت دی جائے۔ ایک جلیل القدر صحابی کی ضمانت پر نوجوان کو رہا کر دیا گیا۔

آج تیسرا دن تھا...... دربار خلافت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا...... دونوں مدعی بھی حاضر تھے .... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، لیکن نوجوان اب تک پلٹ کر نہیں آیا تھا........ جوں جوں انتظار کا لمحہ گذرتا جاتا تھا لوگوں کی تشویش بڑھتی جاتی

Marfat.com

تھی کہ اتنے میں مدعیوں نے کہا:

اے ابوذر! ہمارا مجرم کہاں ہے؟

جواب دیا: تیسرے دن کا پورا حصہ جب تک نہ گذر جائے اس کا انتظار کرو۔ اگر وہ وقت مقررہ پر نہیں آیا تو قصاص کے لئے میری گردن حاضر ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر صحابہ آبدیدہ ہو گئے اور ان کا اضطراب بڑھ گیا۔ صحابہ نے بڑی لجاجت کے ساتھ نوعمر مدعیوں سے کہا کہ تم خون بہا قبول کرلو، لیکن مدعی بضدر ہے کہ انہیں خون کا بدلا خون چاہیئے۔

امید و بیم کا یہی عالم تھا کہ سامنے اڑتا ہوا غبار نظر آیا۔ گرد ہٹی تو پسینہ میں شرابور نوجوان مجرم کھڑا تھا۔ تماشائیوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

امیر المؤمنین نے نوجوان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

سزا تمہیں بعد میں دی جائے گی پہلے ایک بات سنو!

تمہیں تین دن کی مہلت ملی...... تمہارا پتہ نشان بھی کسی کو معلوم نہیں تھا...... سزائے موت سے بچنے کے لئے تم فرار بھی ہو سکتے تھے...... کیا تم بتا سکتے ہو کہ کون سا جذبہ تمہیں دار تک واپس لایا ہے؟

نوجوان مجرم نے بھیگی پلکوں کے سایہ میں کھڑے ہو کر جواب دیا:

امیر المؤمنین! میں فرار ہو کر کہاں جاتا؟ یہاں نہ سہی وہاں سزا ملتی، لیکن قیامت تک اسلام کے دشمن یہ طعنہ دیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام عہد شکن ہوتے ہیں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ زمین پر میرے خون کا دھبہ چند دنوں کے بعد مٹ جائے گا، لیکن عہد شکنی کا دھبہ اسلام کے دامن پر ہمیشہ کے لئے نمایاں رہے گا۔

نوجوان کے اس جواب پر لوگوں کے دل بھر آئے .... آنکھیں اشک بار

Marfat.com

ہوگئیں ....اور اسلام کی اس رقت انگیز محبت پر صحابۂ کرام کا پیمانہ درد لبریز ہوگیا۔

اب امیر المومنین حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مخاطب تھے۔

اے ابوذر! تم بغیر سوچے سمجھے ایک ایسے شخص کے ضامن بن گئے، جس کے ساتھ نہ تمہاری کوئی شناسائی تھی اور نہ اس کے پتہ سے ہی تم واقف تھے۔ ایک راہگیر پردیسی کی سزائے موت کا بار تم نے اپنے سر لے کر کتنا المناک اقدام کیا تھا۔ اگر خدانخواستہ وہ نہ آتا تو آج ابوذر غفاری کے ماتم میں مدینہ کا کیا حال ہوتا؟

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بے تاب ہو کر کھڑے ہوگئے اور عرض کیا:

امیر المومنین ایک ابوذر نہیں، ایک ہزار ابوذر مدنی سرکار کی ادائے رحمت پر قربان ہیں۔ ایک غریب الوطن مجرم، تاجدار کونین کے غلاموں کے درمیان کھڑا اپناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی افسردگی، اور نگاہوں کا یاس مجھ سے نہ دیکھا گیا۔ میں نے سوچا کہ وقت کا قافلہ گذر جائے گا، نشانِ قدم باقی رہے گا۔ کہیں آنے والی دنیا یہ نہ کہہ دے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں اتنی بھی غمگساری کا جذبہ نہیں تھا کہ اپنے ہی ایک بھائی کو تین دن کے لیے پناہ دیتے۔

امیر المومنین! کیا یہ طعنہ کہ مدینے کی بھری آبادی میں ایک غریب الوطن مجرم کو کوئی ضامن نہ مل سکا، ہمیں مرجانے کے لئے کافی نہ تھا؟ ہم ضامن نہ ہوتے جب بھی آج ہماری مشترکہ موت کا دن تھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جواب دے کر جوں ہی بیٹھے، دونوں مدعی کھڑے ہوگئے۔

امیر المومنین! تاریخ کی شاہراہ روشن کرنے میں ہم کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ ہم بھی یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ آنے والا مورخ مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

غلاموں کو یہ طعنہ دے کہ ان میں اتنا بھی جذبۂ رحم نہیں تھا کہ واپس لوٹ کر آنے والے مجرم کو معاف کر دیتے۔

امیر المؤمنین! گواہ رہیے کہ ہم اپنے باپ کے خون کا دعویٰ واپس لیتے ہیں اور دل کی اتھاہ گہرائی سے اپنے ایک بھائی کو معاف کرتے ہیں۔

مدعی ابھی بیان ہی دے رہے تھے کہ عدالت فاروقی مبارک باد کے شور سے گونج اٹھی........ ہر آنکھ خوشی میں پرنم تھی .... ہر چہرہ شگفتہ تھا...... ہر نظر مخمور تھی ......اور ہر دل بادۂ مسرت میں سرشار تھا۔

لیکن وقت کا کارواں یہ دردانگیز نظارہ دیکھ کر حیران تھا....... حیرت سے دیکھتا رہا کہ کیا وہ وقت پھر پلٹ کر نہیں آسکے گا۔

ردائے لالۂ وگل پردۂ مہ وانجم
جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

x-x-x

Marfat.com

آرزوؤں کا انتخاب

مدینے کی رات جس کی صبح کو معرکۂ بدر کے لیے روانگی تھی، عید کی شب سے کم نہیں تھی۔ آرزوؤں کی ترنگ میں روحیں اس طرح شرابور تھیں کہ ہر آنکھ سے کوثر کی شراب کا پیمانہ چھلک رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ رات کی تنہائی میں ایک جگہ بیٹھ کر دو سرفروش نوجوان آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ شاید طلوع ہونے والی صبح تمنا کی خوشی میں ان کی آنکھوں کی نیند اڑ گئی تھی۔ عالم شوق کی سرمستی میں گفتگو اتنی والہانہ ہوگئی تھی کہ کبھی کبھی پلکوں کا دامن بھیگ جاتا تھا۔

جذبات کے تلاطم میں بیخود ہو کر ایک ساتھی نے دوسرے ساتھی سے کہا کہ طلوع سحر میں اب چند ہی گھڑیوں کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ محویت شوق کا یہ خموش عالم شاید پھر نہ مل سکے اس لیے آ کل کے پیش آنے والے معرکۂ جنگ کے حوالے سے اپنے رب کے حضور میں

Marfat.com

اپنی سب سے محبوب آرزو کی دعا مانگی جائے۔

یہ سنتے ہی فرط مسرت سے ساتھی کا چہرہ کھل اٹھا۔ والہانہ جذبۂ شوق میں اس پیش کش کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ نہاں آرزو کی شادابی کے لیے اس سے زیادہ کیف بار لمحہ اور کیا مل سکتا ہے؟ میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو اور تمہاری دعا پر میں آمین کہوں گا۔

اب دل کا عالم قابو سے باہر ہو چلا تھا۔ روح کی گہرائی سے لے کر پلکوں کی چلمن تک ساری ہستی ایک پر سوز کیف میں ڈوب گئی تھی۔ ہاتھ اٹھتے ہی دعا کے یہ الفاظ رات کی خاموش فضا میں بکھر گئے:

خداوندا! کل میدان جنگ میں دشمن کا سب سے بڑا سورما اور جنگ آزمودہ بہادر میرے مقابلے پر آئے .... میں اس پر شیر کی طرح ٹوٹ پڑوں ...... پہلی ہی ضرب میں اس کی تلوار کی دھار موڑ دوں ...... اسکے نیزے کے ٹکڑے اڑا دوں ..... اور اپنی نوک شمشیر اس کے سینے میں پیوست کر کے اسے زمین پر تڑپتا ہوا دیکھوں .... ٹھیک اس وقت جب کہ وہ شدت کرب سے چیخ رہا ہو، میں اس کے قریب جا کر آواز دوں:

دیکھ! آج تیرے کفر کا غرور ٹوٹ گیا ...... غیبی قدرتوں کا تو نے مذاق اڑایا تھا ...... دیکھ! آج اس نے بادلوں کی اوٹ سے اپنے جلال و جبروت کا لشکر اتار دیا ہے .... آج اس کے محبوب پیغمبر کی فیروزمندیوں کے ظہور کا دن ہے .... پھر اس کا سر قلم کر کے ہمیشہ کے لیے ذلتوں کی خاک پر روندے جانے کے لیے پھینک دوں۔

اب دوسرے ساتھی نے اپنی دعا کا آغاز یوں کیا:

الٰہ العٰلمین! میری آرزو یہ ہے کہ کل کے پیش آنے والے معرکۂ جنگ میں میرا مقابلہ دشمن کے کسی جیوٹ اور دلیر سپاہی سے ہو ...... وہ طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میرے مقابلے پر آئے ...... شوق شہادت میں مدہوش ہو کر میں اس کی طرف

Marfat.com

بڑھوں .... وہ میرے اوپر حملہ کرے .... میں اس کے اوپر وار کروں .... لڑتے لڑتے میں گھائل ہو جاؤں .... میرا سارا جسم زخموں سے چور چور ہو جائے .... اسلام کا عشق میری رگوں سے خون کی ایک ایک بوند کا خراج وصول کر لے .... یہاں تک کہ میں بیتاب ہو کر زمین پر گر پڑوں .... دشمن میرے سینے پر سوار ہو کر میرا سر قلم کر لے .... میری ناک کاٹ دے ..... میری آنکھیں نکال لے .... میرے چہرے کی ہیئت بگاڑ دے ...... میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

اس کے بعد میں اس حال میں تیرے سامنے پیش کیا جاؤں کہ میری ناک کٹی ہوئی ہو ...... آنکھیں نکال لی گئی ہوں ..... کان جدا کر دیئے گئے ہوں ..... زخموں کے نشانات سے چہرے کی ہیئت بگاڑ دی گئی ہو ..... پھر سر سے پا تک خون میں نہائے ہوئے اپنے ایک مسکین بندے کو اس حال میں دیکھ کر تو دریافت کرے:

یہ تو نے اپنا حال کیا بنا رکھا ہے؟ ..... میری دی ہوئی آنکھیں کیا ہوئیں؟ .... کان اور ناک کہاں پھینک آئے؟ ...... تیرا خوبصورت چہرہ کیسے بگڑ گیا۔

پھر میں جواب عرض کروں:

رب العزت! تیرے اور تیرے محبوب کی خوشنودی کے لیے یہ سب کچھ میرے ساتھ پیش آیا ہے ...... اب میری آخری تمنا یہ ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو جا اور اپنے محبوب کو راضی کر دے۔

واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دونوں وارفتہ حال سرفروشوں کی یہ پرسوز دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول ہو گئیں۔ دوسرے دن میدان جنگ میں دونوں کے ساتھ وہی حالات پیش آئے، جو اپنے رب کے حضور میں انہوں نے بطور دعا مانگے تھے۔

Marfat.com

حیرت واستعجاب میں ڈوب جانے کا مقام یہ ہے کہ دشمن پر فتح پانے کی دعا تو سبھی مانگتے ہیں، لیکن اپنی ہستی کو دشمن کے حوالے کر دینے کی دعا تو ایک دم نرالی ہے۔ ایسی آرزو اسی کے سینے میں مچل سکتی ہے جس نے شہید رضی اللہ عنہ کی زندگی کا عروج ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو.........اور جس کی نگاہ میں مدنی محبوب کا ایک جاں نواز تبسم ساری متاع زندگی پر حاوی ہو گیا ہو۔

﴿.................﴾

Marfat.com

دیوانۂ عشق

تاجدار کشور ولایت حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ کا ایک پرسوز واقعہ عشق الٰہی کی کشش کا زندۂ جاوید ثبوت ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن بغداد کے سب سے وسیع میدان میں اُن کا جلسۂ وعظ منعقد ہوا۔ جوں ہی انہوں نے تقریر شروع کی ہر طرف آہوں اور سسکیوں کی چیخیں فضا میں بلند ہونے لگیں۔ خشیت الٰہی کی ہیبت سے کلیجے شق ہو گئے۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو فرط اثر سے اشکبار نہ ہو۔ اثنائے وعظ میں احمد ابن یزید نامی خلیفۂ بغداد کا ایک مصاحب بڑے کروفر سے آیا اور ایک طرف مجلس میں بیٹھ گیا۔

اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے کہ تمام مخلوقات میں انسان سے زیادہ ضعیف کوئی مخلوق نہیں ہے، لیکن باوجود اس ضعف کے وہ خدا کی نافرمانی کرنے میں سب سے زیادہ جری اور بہادر ہے۔

Marfat.com

احمد بن یزید کے دل پر آپ کے اس جملے کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہیں وہ گھائل ہو کے رہ گیا۔ دل کے قریب ایک سلگتی ہوئی آگ نے ریاست و امارت کی ساری آن بان کو آن واحد میں خاکستر کر کے رکھ دیا۔ اب اس کے پہلو میں ایک مسکین و درویش کا دل تھا۔ شاہانہ کروفر کی دنیا بدل چکی تھی۔

وعظ کی مجلس ختم ہونے کے بعد جب گھر پہنچا تو ایک نامعلوم ہیجان سے دل کی دنیا زیروزبر ہو رہی تھی۔ ساری رات بے چینیوں کے اضطراب میں کٹی۔ صبح ہوتے ہی وہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ چہرے کی افسردگی، آنکھوں کا خمار اور آواز کی بے خودی بتا رہی تھی کہ یہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔ بڑی مشکل سے اتنے الفاظ کہہ سکا:

حضور! رات کا نشتر جگر سے پار ہو گیا ہے...... عشق الٰہی کی آگ میں سلگ رہا ہوں...... خدا کے سوا ہر چیز سے دل کی انجمن کو خالی کر لیا ہے...... اب مجھے وہ راستہ بتائیے جو بارگاہ یزدانی تک پہنچاتا ہو...... میری کشتی بیچ منجدھار میں ہے.......... اسے ساحل تک پہنچا دیجئے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سینے پر تسکین کا ہاتھ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

صبر و شکیب سے کام لو..... رحمت الٰہی اس راہ کے مسافروں کی خود دستگیری فرماتی ہے...... تم نے دریافت کیا ہے تو سن لو کہ خدا تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔

عام راستہ تو یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کرو..... سجدۂ عبادت کے کیف سے روح کو سرشار رکھو...... گناہوں سے بچو ..... شیطان کی پیروی سے اپنی زندگی کو محفوظ رکھو...... مشاغل دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے سرکار مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا حق ادا کرو۔

Marfat.com

اور خاص راستہ یہ ہے کہ دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ...... یادِ الٰہی میں اس طرح بیخود ہو جاؤ کہ خدا سے بھی سوائے خدا کے کسی دوسری چیز کی طلب نہ رکھو۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی گفتگو ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ اچانک حضرت احمد بن یزید کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی اور وہ عشقِ الٰہی کے اضطراب میں بیخود و مستانہ وار جیب و دامن کی دھجیاں اڑاتے ہوئے صحرا کی طرف چل پڑے۔

کچھ دنوں کے بعد احمد بن یزید کی ماں روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا:

حضور! میرا ایک ہی فرزند تھا، جسے دیکھ کر میں اپنی آنکھوں کی تشنگی بجھاتی تھی۔ چند دنوں سے وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا ہے۔ ہمارے پڑوسیوں نے خبر دی ہے کہ ایک شب وہ آپ کی مجلسِ وعظ میں شریک ہوا تھا۔ اسی وقت سے اس کی حالت غیر ہو گئی۔ آپ کے چند جملوں نے اسے دیوانہ بنا دیا۔

آہ! اب مجھے اپنی اولاد کا ماتم کرنا ہوگا۔

حضرت نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے ضعیفہ! صبر و شکر سے کام لے...... تیرا بیٹا ضائع نہیں ہوا ہے...... وہ جب بھی میرے پاس آئے گا میں تجھے خبر دوں گا...... خدا کی طرف بڑھنے والوں پر ماتم کناں ہونا خدا کی وفادار کنیزوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔

چند ہی دنوں کے بعد گرد آلود چہرے، پراگندہ بال اور ایک سرشار دیوانے کی سج دھج میں احمد بن یزید حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ چہرے پر نظر پڑتے ہی حضرت نے جلالِ عشق کا تیور پہچان لیا۔ اٹھ کر سینے سے لگایا۔ خیر و عافیت دریافت کی اور بہت دیر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔

Marfat.com

اسی درمیان اس کی ماں کو اطلاع بھجوائی کہ تمہارا بیٹا آ گیا ہے۔ آ کر ملاقات کرلو۔ ماں کو جیسے ہی خبر ملی، اپنی بہو اور پوتے کو ساتھ لیے روتی پیٹتی اپنے بیٹے کے پاس آئی اور اس کے چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا:

بیٹا! تو اپنی بوڑھی ماں اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا...... تیرے فراق میں روتے روتے ہمارے آنچل بھیگ گئے......... انتظار میں آنکھیں پتھرا گئیں ....چل واپس چل.......... اپنے گھر کو آباد کر...... ہماری امیدوں کا چمن مرجھا گیا ہے...... پھر سے اسے شاداب کر۔

بیوی نے فرطِ غم سے منہ ڈھانپ لیا اور سسکیاں بھرتے ہوئے کہا:

میرے سرتاج! آخر ہم سے کیا بھول ہوئی کہ تم اس طرح روٹھ کر چلے گئے......... جیتے جی اپنے بچے کو تم نے یتیم بنا دیا...... تمہارے سوا ہمارے ارمانوں کا کون نگراں ہے؟

ماں اور بیوی نے ہزار منت وسماجت کی، لیکن دیوانۂ عالم ہوش کی طرف پلٹنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ روح پر سرورِ عشق کا اتنا گہرا نشہ تھا کہ ہزار جھنجھوڑنے کے بعد بھی عالم نہیں بدلا۔

ایک دیوانۂ عشق کا کیف دیکھنے کے لیے سارا شہر امنڈ آیا تھا۔ دیوانہ ایک بار پھر بیخودی کی حالت میں اٹھا اور صحرا کی طرف اپنا رخ موڑ دیا۔ قدم اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ پیچھے سے بیوی نے دامن تھام لیا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگی:

ہماری آرزوؤں کا خون کر کے جانا ہی چاہتے ہو تو اکیلے مت جاؤ، اپنے اس بچے کو بھی ہمراہ لے لو۔

اس آواز پر حضرت احمد بن یزید کے قدم رک گئے۔ انہوں نے اپنے ننھے منے بچے کے جسم سے قیمتی لباس اتار کر اپنا پھٹا ہوا کمبل اس کے جسم پر لپیٹ دیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں زنبیل دی اور دوسرا ہاتھ پکڑ کر جوں ہی اسے اپنے ہمراہ لے کر چلے بیوی اس

Marfat.com

دردناک منظر کی تاب نہ لاسکی۔ سارا مجمع یہ رقت انگیز حال دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا۔ ماں کو اپنے لخت جگر کی جدائی برداشت نہ ہو سکی۔ بے تحاشا دوڑ کر اس نے بچے کو باپ کے ہاتھ سے چھین کر اپنے سینے سے لپٹا لیا۔

حضرت احمد بن یزید نے پلٹ کر ایک بار اپنے بچے کو دیکھا اور پلکوں کا آنسو سینے کی تپتی ہوئی خاکستر میں جذب ہو کر رہ گیا۔ فضا میں ایک دردناک نعرے کی آواز گونجی اور لوگوں کے دل ہل گئے۔ آنکھ کھلی تو حضرت احمد بن یزید نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

چاندنی رات تھی۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر چہل قدمی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر سلام کیا اور کہا کہ میں حضرت احمد بن یزید کا ایک پیغام لیکر آیا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا ہے کہ میری رحلت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ایسے نازک مرحلے میں حضور کی تشریف آوری میری تسکین خاطر کا ذریعہ ہو گی۔

یہ خبر سن کر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آبدیدہ ہو گئے۔ حاضرین مجلس سے کہا کہ خدا کا ایک مسکین بندہ جس کے نالۂ شبینہ سے صحرائے عشق میں ایک شور برپا تھا، افسوس کہ آج اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ اب رات کی تنہائیوں کا پرسوز فریادی اور ویرانوں کا عبادت گزار ہمیشہ کے لیے دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ چلو اس چراغ حرم کی بجھتی ہوئی لو کو آخری بار دیکھ آئیں۔ رحمت پروردگار کے نزول کی یہ بہت اہم گھڑی آ گئی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اچانک اٹھے اور اس اجنبی شخص کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ بغداد کے ایک مشہور قبرستان میں پہنچ کر وہ اجنبی شخص رک گیا اور ایک نحیف ولاغر انسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

یہی ہے وہ عالم جاوید کا مسافر، جس نے دم رخصت آپ کو آواز دی ہے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالیں کے قریب بیٹھ کر آواز دی:

Marfat.com

تو احمد ابن یزید نے آنکھیں کھول دیں اور ہچکی لیتی ہوئی سانس میں کہا:

میرے مرشد! گواہ رہنا کہ میں توحید الہٰی اور رسالت محمدی کے اقرار پر اپنا دم توڑ رہا ہوں........ایک بندۂ سیہ کار اپنے رب کے حضور اس حال میں جا رہا ہے کہ اس کا نامۂ عمل گناہوں سے بوجھل ہے........اسے زندگی کی طویل مہلت ملی، لیکن اپنے پروردگار کی خوشنودی کا وہ کوئی سامان نہ کر سکا۔

یہ کہتے کہتے آواز حلق میں پھنس گئی۔ آنکھوں سے دو موتی ڈھلکے اور گریبان کی دھجی میں جذب ہو گئے۔ آنکھیں بند ہوتے ہی لبوں میں ایک جنبش پیدا ہوئی اور کلمۂ شہادت کی مدہم سی آواز پر روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ سے مرگ عاشق کا یہ دردناک منظر نہیں دیکھا گیا۔ فرط غم سے آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آسمان کی طرف منہ کر کے کہا:

تیری ادائے بے نیازی پر قربان! باغیوں کو حریر و دیبا کی مسند اور پھولوں کی سیج پر موت آتی ہے اور تیری مملکت کے وفا شعار مسکینوں کو ایک ٹوٹا ہوا بوریہ بھی میسر نہیں ہے۔

یہ کہکر تجہیز و تکفین کے ارادے سے شہر کی طرف جوں ہی پلٹے دیکھا کہ ہر طرف سے لوگوں کا ایک ہجوم چلا آ رہا ہے۔ اچنبھے سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا:

ابھی ابھی آسمان سے ایک غیبی آواز سنائی پڑی ہے کہ جو لوگ خدا کے ایک ولی مقرب کے جنازے میں شریک ہونا چاہتے ہوں تو وہ قبرستان میں جمع ہو جائیں۔ اس آواز کو سن کر سارا بغداد امنڈا ہوا چلا آ رہا ہے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر سن کر پھر آسمان کی طرف رخ کیا اور کہا:

تیری شان بندہ نوازی پر قربان! زمین کی ننگی پیٹھ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے

Marfat.com

والوں کا یہ اعزاز.........عمر بھر جو دشت غربت میں زندگی کی شام وسحر گزارتا رہا، آج سارا بغداد اس کے قدموں میں تو نے جمع کر دیا.......دنیائے فانی میں جس عاشق گمنام کی توقیر کا یہ حال ہے، عالم جاوید میں اس کی شوکتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟.........سچ کہا جاتا ہے کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

×××××××

Marfat.com

لمحۂ آتشیں

کہتے ہیں کہ ایک دن شہنشاہ ہندوستان حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیوان عام میں جلوہ گر تھے کہ نقیب نے آکر اطلاع دی:

جہاں پناہ! ایک فریادی محل کے دروازے پر کھڑا ہے جو باریاب ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔

حکم ہوا: باریاب کرو۔

چند لمحہ بعد ایک ادھیڑ عمر کا آدمی دربار میں حاضر ہوا۔ شہنشاہ نے اس پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دور دور سے آئے ہوئے فریادیوں کے مقدمات کی سماعت سے فارغ ہو چکنے کے بعد اب شہنشاہ اس اجنبی شخص کی طرف مخاطب ہوئے:

دربار شاہی میں کیا فریاد لائے ہو؟

Marfat.com

جہاں پناہ! میں ایک بہروپیا ہوں۔صرف اس تمنا میں گجرات سے حاضر ہوا ہوں کہ شہنشاہ ہند کے دربار سے اپنے فن کا کوئی اعزاز حاصل کروں۔اس دربار میں اہل کمال کی قدردانی کا بڑا شہرہ سنا ہے۔

اورنگ زیب نے زیر لب تبسم فرماتے ہوئے جواب دیا:

تم نے ٹھیک ہی سنا ہے۔اہل کمال کی قدردانی ہمیشہ سے شاہی درباروں کا شیوہ رہا ہے۔میں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنے فن کا مظاہرہ کرو۔ایک بہروپیا کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ وہ اپنے وجود کو اصلیت کے سانچے میں اس طرح ڈھالے کہ نقل کا پہچاننا مشکل ہو جائے۔تم نے اگر مجھے دھوکا دے دیا تو میں یقین کرلوں گا کہ تم اپنے فن میں کامل دستگاہ رکھتے ہو۔اسی دن ایک قدردان کی طرح میں تمہارے کمال فن کی داد دوں گا۔

شہنشاہ کا یہ جواب سن کر خوشی خوشی بہروپیا دربار سے رخصت ہوا اور اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر کئی دنوں تک سوچتا رہا کہ کون سا روپ اختیار کیا جائے کہ بادشاہ کو بھرپور دھوکا دیا جا سکے۔

ایک مہم سے واپس ہوتے ہوئے شہنشاہ راستے میں بیمار پڑ گئے ......دہلی کی راجدھانی میں ہلچل مچ گئی........ہر طرف عبادت خانوں اور درسگاہوں میں دعائے صحت مانگی جانے لگی ....شاہی بیگمات نے نفلی روزوں کی منت مان لی.........گلی گلی میں محتاجوں اور مسکینوں کو خیرات لٹائی گئی.......علاج کیلئے ملک کے کونے کونے سے ماہر طبیبوں کا تانتا بندھ گیا.......چند ہی دنوں میں شہنشاہ روبصحت ہونے لگے........غسل صحت کے دن ساری راجدھانی خوشی کے شادیانوں میں ڈوب گئی........ بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد آج پہلی مرتبہ شہنشاہ دربار عام میں تشریف لانے والے تھے........ مشتاقان دید سے دربار کھچا کھچ بھرا ہوا تھا......آنکھیں پھاڑے ہوئے ہر شخص بادشاہ کی آمد

Marfat.com

کا منظر تھا کہ اتنے میں نقیبوں نے آواز دی ....سارا دربار سروقد کھڑا ہو گیا........ مبارکباد اور بلند اقبال کی دعاؤں کی گونج میں شہنشاہ تخت آبنوس پر جلوہ افروز ہوئے........اسی درمیان میں ایک چوبدار نے آکر خبر دی:

جہاں پناہ کی علالت مزاج کی خبر ایران تک پہنچ گئی ہے۔علاج کیلئے شاہ ایران نے اپنا خصوصی طبیب دربار عالی میں حاضر کیا ہے۔وہ باریاب ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔شہنشاہ نے اس خبر کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے باریاب ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔سارے درباری ایران کے شاہی طبیب کو دیکھنے کے لیے متوجہ ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد حکمائے یونان کی دستار و عبا میں ایک بوڑھا شخص نمودار ہوا۔ اس کی پیشانی سے حکمت و دانائی کی ذہانت ٹپک رہی تھی۔اس کے پیچھے غلاموں کی ایک لمبی قطار تھی،جن کے سروں پر دواؤں کے چھوٹے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔سارا دربار شاہ ایران کے جذبہ ہمدردی کی ستائش سے گونج اٹھا۔

شہنشاہ تھوڑی دیر تک نظر جمائے ہوئے آنے والے کو دیکھتے رہے۔ایران کا طبیب جیسے ہی پابوسی کے لئے آگے بڑھا،شہنشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا:

میں نے تمہیں پہچان لیا۔

یہ جواب سنتے ہی مارے شرم کے بہروپیا پانی پانی ہو گیا۔اسے اپنے فن کی ناکامی پر اتنا قلق ہوا کہ الٹے پاؤں دربار سے واپس لوٹ گیا۔ایک عرصہ دراز تک وہ اپنی شکست کے غم سے نڈھال رہا۔آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنے ٹوٹے ہوئے حوصلوں کو جوڑ کر کھڑا کیا۔

آج رمضان المبارک کی ۲۹ رتاریخ تھی۔غروب آفتاب کے بعد دور افق مغرب پر ہلال عید کے تمنائیوں کی نگاہیں جم گئیں۔چند ہی لمحے بعد شور اٹھا کہ عید کا چاند نظر آ گیا۔

Marfat.com

قلعۂ معلی سے توپیں داغی گئیں اور سارا شہر مسرت ونشاط کی بارشوں میں نہا گیا۔ ہر طرف عید کی چہل پہل شروع ہوگئی۔ عزت ووقار کی کھلی ہوئی فضا میں عید کی حقیقی خوشی ہر گھر سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ رات گئے تک علماء ومشائخ کی بارگاہوں سے شکر خداوندی کی تہنیتیں بلند ہوتی رہیں اور عاشقان الٰہی تسبیح وتہلیل کے انوار میں نہاتے رہے۔

آج ساری رات کے لیے قلعۂ معلی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مملکت کے سارے مساکین امڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ اعلان عام تھا کہ عید کے دن شاہراہوں پر بھوکا، ننگا اور مفلوک الحال نظر نہ آئے۔ صبح ہوتے ہوتے سارے اہل حوائج کی حاجتیں پوری کردی جائیں۔

راجدھانی میں جشن مسرت کا یہ سماں ساری رات قائم رہا۔ صبح ہوئی تو ایک نئی فصل بہار کی مسکراہٹیں ہر طرف بکھر گئیں تھیں۔ ساری فضا رنگ ونور میں شرابور تھی۔ نوری کلیوں، شگفتہ پھولوں اور مہکتے ہوئے غنچوں کے رنگ برنگ جلووں سے سارا شہر گلستاں میں تبدیل ہوگیا تھا۔ اسلامی اقتدار کا لہراتا ہوا پرچم آج آسمان کی رفعتوں کو آواز دے رہا تھا۔ یہی عالم جاں نواز تھا کہ قلعۂ معلی سے نماز کے لیے پہلی توپ سر ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد شاہراؤں پر فرزندان توحید کی قطاریں لہراتی ہوئی موجوں کی طرح امنڈنے لگیں۔

دوسری توپ کے سر ہوتے ہی قلعہ معلی سے شاہی جلوس جامع مسجد کی طرف روانہ ہوگیا۔ آج امیر کشور ہند کی پیشانی پر عجز ونیاز بندگی کی خاک چمک رہی تھی۔ اس کی کیفیت دیکھ کر لوگوں کے قلوب ہل گئے۔ کتنی آنکھیں خشیت الٰہی کے تاثر سے آبدیدہ ہو گئیں۔ انہی رقت انگیز جذبات عبودیت کے سائے میں عید کی دوگانہ نماز ختم ہوئی۔

خطبہ ومعانقہ سے فارغ ہوکر مسرتوں کے پھول بکھیرتے ہوئے فرزندان اسلام کا یہ امنڈتا ہوا ہجوم اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوگیا۔

Marfat.com

قلعۂ معلیٰ کی ایک پرانی رسم تھی کہ نماز عید کے بعد والیان ریاست اور رؤسائے مملکت کی طرف سے شہنشاہ کے حضور میں نذر گزاری جاتی تھی۔ اب اس کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔ قیمتی تحائف اور بیش بہا جواہرات کے تھال لیے ہوئے نوابوں، راجاؤں اور جاگیرداروں کی منڈیاں قلعۂ معلیٰ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ صدر دروازہ سے لے کر دیوان عام تک محل کا سارا حصہ دلہن بنا ہوا تھا۔

نقیبوں کی صداؤں کی گونج میں شہنشاہ دیوان عام میں تشریف لائے۔ تخت آبنوس پر جلوہ گر ہوتے ہی سلامی اور عید کی مبارکباد کا شور بلند ہوا۔

والیان ریاست اور رؤسائے مملکت اپنی اپنی کرسیوں پر ایک قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ باری باری ایک ایک کر کے سب نے شہنشاہ کے حضور اپنی اپنی نذر پیش کی۔ اخیر میں ترکستان کا ایک جوہری اٹھا اور اس نے شہنشاہ کے حضور میں ایک چھوٹا سا صندوق پیش کرتے ہوئے کہا:

اس میں بدخشاں کا وہ لعل شب چراغ ہے، جو ایک ہزار سال تک مریخ کی خنک چاندنی پر پرورش پاتا رہا، تب جا کر آج اسے پایۂ عالی تک پہنچنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ کوکبۂ اقبال کی تابندگی سلامت رہے۔ بزم فلک کا یہ پروردہ نگینہ اس وقت روئے زمین پر ایسا ہی منفرد اور لاشریک ہے، جیسے جہاں پناہ کی سطوت شاہانہ۔

شبہائے تار کی روشنی ..... دیدۂ عقل کا چراغ .... چمنستان آرزو کا لالہ اور بہت سارے ناموں سے ترکستان کے جوہریوں نے اسے موسوم کیا ہے۔ فرمانروائے ہند کے حضور میں یہ تحفۂ نایاب پیش کرتے ہوئے آج میری مسرت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

یہ کہتے ہوئے صندوق کو پایۂ شاہی میں رکھ کر جیسے ہی واپس پلٹنا چاہتا تھا کہ شہنشاہ عالم اورنگ زیب نے زیر لب تبسم فرماتے ہوئے جواب دیا:

Marfat.com

اس بار بھی ہم نے تمہیں پہچان لیا۔

یہ الفاظ تیر کی طرح اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔ عالم اضطراب میں بڑی مشکل سے وہ اپنے آپ کو سنبھال سکا۔ اس بار کی چوٹ اتنی گہری تھی کہ بہت دنوں تک اس کے دل کا زخم رستا رہا، لیکن ہزار شکست وریخت کے بعد بھی اس نے اپنا حوصلہ ٹوٹنے نہیں دیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے فن کی غیرت جاگ اٹھی اور آخری بار وہ اپنی قسمت آزمانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

کچھ ہی عرصہ بعد دکن کے علاقے سے یہ خبر موصول ہوئی کہ وہاں بہت سے راجاؤں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے اور وہ بغاوت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ مقتضائے وقت کے مطابق آتش بغاوت فرو کرنے اور باغیوں کو کیفر کردار تک پہچانے کے لیے شہنشاہ ہند نے بذات خود دکن کی مہم پر روانگی کا ارادہ فرمالیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے ایک عظیم لشکر کی ترتیب کا کام شروع ہو گیا۔ ساری تیاریاں مکمل ہو جانے کے بعد ایک معین تاریخ پر شہنشاہ کی روانگی طے پا گئی۔

آج صبح سویرے حضرت اورنگ زیب ایک لشکر جرار اپنے جلوس میں لیے ہوئے روانہ ہو گئے۔ جن جن گزرگاہوں پر سے شہنشاہ اورنگ زیب گزرتے تھے، سارے علاقے میں دھوم مچ جاتی تھی۔ سفر کا روٹ آبادیوں اور شہروں سے ہٹ کر زیادہ تر پہاڑوں اور جنگلوں کو عبور کرتے ہوئے بنایا گیا تھا۔ صبح وشام موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق یہ مہم نہایت سنگین ہوتی جارہی تھی۔ باغیوں کے چھوٹے چھوٹے حلقے آپس میں متحد ہوتے جارہے تھے۔ اس طرح دکن میں ایک باغیانہ قوت مستحکم ہوتی جارہی تھی۔ اس لیے اس سفر میں ہر دوسرے تیسرے پڑاؤ پر نئی نئی کمک فوج میں شامل ہوتی جارہی تھی۔

حضرت اورنگ زیب عالمگیر طبعا بزرگان دین اور اولیائے مقربین کے ساتھ گہری

Marfat.com

عقیدت رکھتے تھے، اس لیے دستور یہ تھا کہ راستے میں جہاں جہاں بھی کسی بزرگ کا مزار ملتا قافلہ روک کر مزار پر حاضری دیتے۔ فاتحہ پڑھ کر فتح ونصرت کی دعائیں مانگتے اور روانہ ہو جاتے۔

دوران سفر ایک پہاڑی سلسلے کو عبور کرتے ہوئے ایک جگہ سے گزرے تو دیکھا کہ کئی ہزار انسانوں کا ہجوم لگا ہوا ہے۔ خیموں اور پھونس کے جھونپڑوں کی ایک نئی بستی آباد ہوگئی ہے۔ کہسار کے ویرانوں میں انسانوں کا یہ ہجوم دیکھ کر شہنشاہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قریب ہی پہاڑی کی کھوہ میں ایک خدارسیدہ بزرگ ہیں، جن کی زیارت اور حصول فیض وبرکت کے لیے مہینوں سے میلہ لگا ہوا ہے۔ سینکڑوں بندگان خدا یہاں سے فیضاب ہو کر واپس لوٹے ہیں۔

لوگوں نے بتایا کہ ان کی عجیب شان ہے...... نہ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ کسی سے بات کرتے ہیں....... سدا آنکھیں بند کئے ہوئے یاد الٰہی میں محو رہتے ہیں....... ان کے قریب پہنچ کر دل کی حالت غیر ہو جاتی ہے...... ان کے پرنور چہرے پر نظر ڈالنے کی تاب بڑی مشکل سے کسی کے اندر پیدا ہوتی ہے۔

یہ باتیں سن کر اورنگ زیب عالمگیر کے دل میں بھی ان کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔ امیر لشکر کو حکم دیا کہ یہاں پڑاؤ ڈال دیا جائے۔ دم کے دم میں پہاڑ کا طویل وعریض دامن ایک شہر میں تبدیل ہو گیا۔ شام ہو چکی تھی اس لیے طے پایا کہ صبح کے اجالے میں درویش کی زیارت کے لیے شہنشاہ تشریف لے جائیں گے۔

صبح ہوتے ہی پہاڑ کی کھوہ تک ساری گزرگاہ کو سپاہیوں نے ہموار کر دیا۔ ایک خدا رسیدہ بزرگ کی زیارت کی نیت سے شہنشاہ نے غسل کیا۔ نئے کپڑے زیب تن فرمائے۔ دو رکعت نماز نفل ادا کی اور برہنہ پا چل کھڑے ہوئے۔ عقیدت کا اہتمام شوق

Marfat.com

دیکھ کر لوگوں نے بادشاہ کی نیک طینی اور درویش نوازی کا اعتراف کر لیا۔ غار کے دہانے پر پہنچ کر شہنشاہ رک گئے۔ خادم نے بتایا کہ ابھی حضرت عالم استغراق میں ہیں، تھوڑی دیر توقف کیا جائے۔ شہنشاہ مجسمۂ عقیدت بنے ہوئے انتظار شوق میں کھڑے رہے۔ کچھ وقفے کے بعد خادم نے آکر اطلاع دی کہ اب اندر تشریف لے چلئے۔ اندر کے حصہ میں چونکہ رات کی طرح اندھیرا تھا، اس لیے جگہ جگہ کافوری مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں تاکہ شہنشاہ کو وہاں پہنچنے میں زحمت نہ ہو۔

خدا رسیدہ بزرگ کے قریب پہنچ کر بادشاہ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ فرش زمین پر ادب سے دوزانو بیٹھ گئے۔ دیر تک ان کے روحانی فیوض و برکات کے امیدوار بن کر خاموش بیٹھے رہے۔ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بادشاہ نے اپنی مہم کی کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کی، لیکن درویش نے بادشاہ کی عرضداشت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ وہ بدستور اپنے عالم محویت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے استغناء کی یہ شان دیکھ کر بادشاہ اور زیادہ معتقد ہو گیا۔

کافی دیر گزر چکی تھی، اس لیے بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ خادم باہر نکل چکا تھا۔ اب مکمل تنہائی کا عالم تھا۔ بادشاہ نے دم رخصت درویش کی خدمت میں اشرفیوں کا ایک توڑا بطور نذرانہ پیش کیا اور اٹھتے ہوئے جیسے ہی وہ دست بوسی کیلئے جھکا، بہروپیا نے دونوں ہاتھ سے بادشاہ کے قدم تھام لئے۔

بس ہو گیا جہاں پناہ! میرے فن کا یہ آخری اسٹیج تھا۔ میں درویش نہیں ہوں وہی بہروپیا ہوں، جسے آپ نے شکست دی ہے۔ اتنی بڑی گستاخی مجھ سے سرزد نہیں ہو سکتی کہ آپ میرے ہاتھ کا بوسہ لیں۔

یہ جواب سن کر بادشاہ پر ایک سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ عالم تحیر میں دیر تک وہ

Marfat.com

خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد جب حیرت کا طلسم ٹوٹا تو ارشاد فرمایا:

آج میں نے تسلیم کرلیا کہ تم اپنے فن میں کامل ہو۔ اب اس خوشی میں کہ تم نے میرے اوپر فتح حاصل کرلی ہے۔ اشرفیوں کی یہ تھیلی قبول کرلو۔ تمہارے فن کا صحیح حق اس وقت ادا کروں گا جب کہ قلعۂ معلیٰ دہلی میں تم مجھ سے ملاقات کرو گے۔ دکن کی مہم سے فارغ ہوکر دارالخلافہ کو واپس لوٹوں گا تو تمہارا نہایت شدت سے انتظار کروں گا۔

یہ کہتے ہوئے جیسے ہی بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا، بہروپیا نے دامن تھام لیا۔

جہاں پناہ! اشرفیوں کی یہ تھیلی لے کر اب میں کیا کروں گا؟ اب تو دل کی دنیا ہی بدل گئی ہے۔ آج تک حقیقت کے جس چہرے پر بے شمار پردے پڑے ہوئے تھے، اب میں کھلی آنکھوں سے اسے بے نقاب دیکھ رہا ہوں۔ فقیر و درویش کی نقل میں جب یہ تاثیر ہے کہ کشور ہند کے شہنشاہ کی معزز پیشانی میرے آگے جھک گئی ہے تو اصل کی طرف اگر میں رخ کرلوں تو کسی اور اعزاز کی ہمیں ضرورت کیا ہوگی۔

یہ کہتے ہوئے ایک چیخ ماری اور جیب و گریباں کی دھجیاں اڑاتا ہوا چشم زدن میں نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

بادشاہ پر پھر ایک سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس رقت انگیز واقعہ کی تاثیر سے آنکھیں بھیگ گئیں۔ غار کی تنہائی میں دیر تک سوچتے رہے:

خدا کی شان بھی کیسی بندہ نواز بے نیاز ہے۔ کوئی عمر بھر جھک مارتا ہے تو دروازہ نہیں کھلتا اور کسی کے لیے ایک ہی لحۂ آتشیں زندگی بھر کی غفلتوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

پھر بادشاہ کی توجہ تصویر کے دوسرے رخ کی طرف مبذول ہوئی۔

آہ! خدا شناسی اور فقیر درویشی کے نقابوں نے دنیا میں کیسے کیسے لوٹا ہوگا۔ کون جانتا ہے؟ اس راہ کا فریب خوردہ ایک میں ہی نہیں ہوں، میری طرح لاکھوں افراد شیطان

Marfat.com

کے مکر کا شکار ہوتے ہوں گے۔

صد حیف! کہ اس راہ کے فریب سے بچنا کتنا مشکل ہے؟ تسبیح و مصلیٰ، تقدیس وتہلیل اور ریاضت وعبادت کے چمکدار سکون پر کون نہیں ریجھ جائے گا؟

پروردگار! تو ہی اپنے محبوب کی بھولی بھالی امت کو وقت کے فریب کاروں سے بچانا۔ آمین

☆☆☆☆☆

Marfat.com

عید عاشقاں

عالم تصور میں دیار حرم کی سیر

چند ہی ہفتے کے بعد پھر ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو رہا ہے۔ ابھی سے حج وزیارت کا ولولۂ شوق لاکھوں عشاق کے دلوں میں چٹکیاں لے رہا ہے۔ دیوانگان عشق کے ہزاروں قافلے بحری، خشکی اور فضائی راستوں سے حرم کی سرزمین پر پہنچ چکے ہیں۔ سینکڑوں قافلے ابھی گذرگاہوں میں ہیں اور ہزاروں پابہ رکاب ہیں۔ حج کا چاند نظر آتے آتے زمین کے کناروں تک کی دنیا مکے کے میدانوں، کہساروں اور وادیوں میں سمٹ آئے گی۔ خوش نصیب ہیں وہ اہل ایمان جو ماتھے کی آنکھوں سے خانۂ کعبہ کا جمال دیکھیں گے اور حرم کی سرزمین پر چل پھر کر ان مقامات کا نظارہ کرینگے جہاں سے اسلام کی تاریخ کا بہت بڑا حصہ وابستہ ہے۔ پھر وہ سحران کے لیے کتنی ارجمند ہوگی، جس کے اجالے میں

Marfat.com

گنبد خضرا کا شاداب منظر نگاہوں کے سامنے ہوگا۔خواب میں جس شہرستان حسن و جمال کی زیارت مؤمن کو مدتوں سرشار رکھتی ہے، کھلی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد روح کے کیف کا عالم کیا ہوگا؟ یہ فطرت انسانی ہے کہ فتح مند و کامیاب انسانوں کو دیکھ کرنا کام حسرتوں کا زخم تازہ ہوجاتا ہے۔دیارِ حبیب کے قافلوں کو ہزار جذبۂ عقیدت کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے بھی ہم اس غمگین احساس کی زد سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے کہ کاش عشق و ایمان کی فیروز بختیوں کا یہ اعزاز ہمیں بھی حاصل ہوتا۔مانا کہ جسم وتن کے ساتھ ہم دیارِ قدس میں حاضر نہیں ہوسکے لیکن تصور و خیال کے سہارے وہاں حاضری سے ہمیں کون روک سکتا ہے؟

آج کی صحبت میں ہم اپنے معزز قارئین کو عالم تصور میں مراسم حج کی سیر کرانا چاہتے ہیں۔تھوڑی دیر کے لیے وہ ہمارے کاروانِ خیال میں شامل ہو جائیں اور ہمارے ہمراہ چل کر دیکھیں کہ حج میں کیا ہوتا ہے اور حج کا پندرہ روزہ پروگرام کیا ہے؟

حج کا نظارہ

وہ دیکھئے! جدہ کے ساحل پر خطۂ ارضی کے تمام حصوں سے بڑے بڑے جہاز حجاج کے کارواں لیے ہوئے لنگر انداز ہو رہے ہیں۔جہاز کنارے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد احرام باندھے ہوئے حاجیوں کا یہ مقدس قافلہ عرب کی سرزمین پر اترا۔قریب سے دیکھئے تو زبان الگ، شکل و صورت الگ، رنگ و نسل الگ، لیکن سب کے سب بے سلی ہوئی ایک لنگی اور بے سلی ہوئی ایک چادر میں ملبوس نظر آتے ہیں۔یہی احرام کا لباس کہلاتا ہے۔

لباس کی وحدت دور ہی سے بتا رہی ہے کہ ظاہر کے ہزار اختلاف کے باوجود یہ ایک ہیں۔

حج کا یہ موسم بھی کس قدر جنون انگیز ہے کہ دنیا کے دور دراز حصوں سے آنے والوں میں بڑے بڑے دانشور بھی ہیں...... اور بڑے بڑے صاحب فضل و کمال بھی

Marfat.com

.... بڑے بڑے اصحاب ثروت بھی ہیں.......اور بڑے بڑے ارباب اقتدار بھی، لیکن یہاں پہنچ کر سب کا مزاج بدل گیا ہے.......سب کی عقل پر عشق کی بے خودی غالب آگئی ہے......آج سب کے سب دیوانوں کی سج دھج میں نظر آ رہے ہیں۔

اپنے اپنے حوائج اور ضروری انتظام سے فارغ ہو کر دیوانوں کا یہ کارواں اب مکے کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ جو انوار و تجلیات کی راجدھانی اور روئے زمین پر ابن آدم کی پیشانیوں کا مرکز تعظیم ہے، جدّہ سے اس کا فاصلہ ۴۶ کیلومیٹر ہے۔

برہنہ سر......گریباں چاک.......غبار آلود اور پراگندہ حال دیوانوں کا یہ ہجوم شوق کی بے خودی میں آگے قدم بڑھاتا جا رہا ہے۔ وہ دیکھئے! ایک پہاڑ کی بلندی پر چڑھتے ہوئے سب کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی: **لبیک اللھم لبیک** (میں حاضر ہوں اے میرے معبود میں تیرے دربار میں حاضر ہوں)۔ اب نشیب میں اترتے ہوئے پھر یہی آواز بلند ہوئی۔ آگے بڑھ کر ذرا کوئی ان متوالوں سے پوچھے پہاڑوں اور ٹیلوں کے نشیب و فراز پر کون پکار رہا ہے؟ کہ انہیں جس کے جواب میں یہ لبیک کہہ رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کئی ہزار برس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زبانی خدا نے اکناف ارض کے رہنے والوں کے نام جو منادی کرائی تھی، جواب دینے والے اس پکار کا جواب آج تک دے رہے ہیں۔

اب دیوانوں کا یہ قافلۂ شوق حدیبیہ کی وادی کے قریب سے گذر رہا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ تھوڑی دیر کے لیے رک گیا۔ اسلام کی شوکت و فتح کی ایک عظیم تاریخ اسی وادی سے منسوب ہے۔ یہی وہ مبارک وادی ہے جہاں ایک درخت کے سائے میں بیعت رضوان لی گئی تھی اور جہاں خدا نے اپنے محبوب کے ہاتھ کو اپنے دست قدرت سے تعبیر کیا تھا اور اسی مقام پر **انا فتحنا لک فتحا مبینا** کی آسمانی بشارت نازل ہوئی تھی۔

Marfat.com

اب یہ قافلہ حدیبیہ سے آگے بڑھ رہا ہے........کچھ دور چلنے کے بعد وہ پتھر نظر آیا جہاں سے حرم کی سرحد شروع ہوتی ہے........اس کے اندر کوئی غیر مسلم نہیں داخل ہوسکتا ....یہاں شکار کھیلنا، جانوروں کا خون بہانا ممنوع ہے........یہاں پہنچ کر شوق کی آگ تیز ہوگئی........حرم کعبہ کی زیارت کا اضطراب بڑھ گیا........نہایت تیزی کے ساتھ اب یہ قافلہ مکے کی طرف بڑھ رہا ہے........ چند گھنٹے کے بعد اب مکہ کی پہاڑیاں نظر آنے لگیں........عمارتوں کے نشانات چمکنے لگے .... یاد آگیا کہ یہی وہ شہر محترم ہے جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا........اسلام وایمان کی نہ جانے کتنی باعظمت یادگاریں یہاں کی پہاڑیوں، وادیوں اور رہگزاروں سے وابستہ ہیں.....اب دل کی کیفیت قابو سے باہر ہوگئی ....فرط شوق میں آنکھوں کا چشمۂ سیال پھوٹ پڑا........ **لبیک** کی صدا لگاتا ہوا حاجیوں کا یہ کارواں اب شہر محترم میں داخل ہورہا ہے........جلالت شان کے احساس سے گردنیں جھکی ہوئی ہیں......قلب ونظر ادب کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں........عالم تحیر میں ہر حاجی دم بخود ہے کہ وہ کہاں پہنچ گیا ہے؟........پھر حاجیوں کا یہ قافلہ مکے کی آبادی میں داخل ہوکر معلمین کے ہمراہ مختلف قیام گاہوں میں بکھر گیا۔

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ

اعمال حج ۸ رذی الحجہ سے شروع ہوکر ۱۲ رذی الحجہ کو ختم ہوجاتے ہیں۔ان پانچ دنوں کے پروگرام ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو ہر حاجی نے غسل کر کے احرام کے کپڑے بدلے اور انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ لرزتے کانپتے رحمت وکرم کی امیدیں لیے مسجد حرم شریف میں داخل ہوئے ....نگاہ اٹھی تو سیاہ غلاف میں خانۂ کعبہ کے جلال وجبروت کا منظر

Marfat.com

دیکھ کر نظر جھک گئی........ دل دہل گیا...... بار بار یاد آرہا ہے کہ یہی ہے خدا کا وہ مقدس گھر جس کی طرف لاکھوں بار سجدے کیے ہیں....... بے خودی کی حالت میں بڑھتے گئے...... یہاں تک کہ خدا کے گھر کی چوکھٹ کے قریب پہنچ کر دل کی حالت غیر ہوگئی........ اب خانۂ کعبہ کا طواف شروع ہوا........ ہزاروں آدمی ایک ساتھ پروانوں کی طرح خانۂ کعبہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں........ ایسا لگتا ہے کہ انسانوں کی ایک موج لہرا رہی ہے۔

وہ دیکھئے! بیت اللہ کی دیوار کے کونے میں ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا سا پتھر چاندی کے کٹہرے میں نصب ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پتھر جب جنت سے لایا گیا تھا تو اس وقت اس کا رنگ سفید تھا، لیکن انسانوں کا گناہ جذب کرتے کرتے وہ سیاہ ہو گیا۔ اس پتھر کے بارے میں یہ روایت بھی مشہور ہے کہ اسے ہاتھوں سے مس کرتے وقت یا ہونٹوں سے بوسہ لیتے وقت انسان کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے، اس کا اثر حج کے بعد نمایاں ہو جاتا ہے۔

سارے حجاج ہر پھیرے میں ایک بار حجر اسود کا بوسہ لے رہے ہیں........ بہت سے لوگوں کو بھیڑ کی وجہ سے موقع نہیں مل رہا ہے تو ہاتھ سے مس کر کے اپنا ہی ہاتھ چوم لیتے ہیں........ اور اس کا بھی موقع نہیں ہے تو سامنے کھڑے ہو کر دور ہی سے ہاتھ کا اشارہ کر کے اپنا ہاتھ چوم رہے ہیں۔

کچھ لوگ مقام مستجاب کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگ رہے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ستر ہزار فرشتے دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔

سات پھیرے لگا چکنے کے بعد اب طواف مکمل ہو گیا۔ اب تمام حاجی مقام ابراہیم کے پاس آگئے۔ یہ ایک قبہ نما عمارت ہے جہاں وہ تاریخی پتھر رکھا ہوا ہے جس پر خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام قدم رکھ کر کھڑے ہوتے تھے۔ اس پتھر پر قدم کا نشان تا ہنوز موجود ہے۔

Marfat.com

حکم خداوندی کے مطابق اب ان کے نشان قدم کے سامنے تمام حجاج دو رکعت نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر سب نے دعا مانگی اور زم زم کے کوئیں کے پاس جمع ہو گئے۔ زم زم کا پانی وہ چشمہ ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کی رگڑ سے پھوٹا تھا۔ اس کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جس نیت سے بھی زمزم نوش کیا جائے اس کے لیے کافی ہے۔

آب زمزم سے سیراب ہو کر عاشقان الٰہی کا یہ ہجوم حجر اسود کے سامنے پھر حاضر ہوا اور بوسہ لے کر باب الصفا کے راستے سے صفا و مروہ کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ دو نشیبی پہاڑیوں کے نام ہیں۔ یہ وہی پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان ہزاروں سال پیشتر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شیر خوار شہزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی کی تلاش میں سات بار دوڑی تھیں۔

خدا کو اپنی محبوب بندی کی یہ ادا اتنی پسند آ گئی کہ اسے ارکان حج میں شامل کر دیا گیا...... دونوں کناروں پر سبز رنگ کے جو پتھر نصب ہیں، وہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں یہاں سے وہاں تک دوڑی تھیں...... انہیں دونوں سبز نشانوں کے درمیان ہزاروں انسان دوڑ رہے ہیں...... آج ان کے دوڑنے کا مقصد سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ خدا کی ایک محبوب بندی کی اداؤں کو زندہ و باقی رکھا جائے.......... معلوم ہوا کہ محبوب بندی کی یادگار کو باقی رکھنا خدا کی بہترین عبادت ہیں۔

طواف اور سعی سے فارغ ہو کر اب حاجیوں کا یہ گروہ پھر مسجد حرم شریف میں حاضر ہوا اور دو رکعت نماز نفل ادا کر کے حج کی نیت سے منیٰ کی طرف روانہ ہو گیا۔ منیٰ میں مسجد خیف کے آس پاس ہزاروں خیمے نصب ہیں۔ ہر خیمہ حاجیوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہاں ہر شخص کو ظہر سے صبح تک کی نماز مسجد خیف میں ادا کرنی ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد ہزاروں

Marfat.com

اہل دل مسجد خیف میں رات بھر گریہ وزاری، تسبیح وتہلیل اور دعا ومناجات میں مصروف ہیں۔ یہ رات وعدہ رحمت ومغفرت کی رات ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ اللہ کے مخلص بندے جنہوں نے اس رات کی قدر کی ہے اور حسرت ہے ان لوگوں کے لیے جو پاؤں پھیلا کر سوتے رہے۔

ذی الحجہ کی نویں تاریخ

مسجد خیف کے قریب ہی ایک پہاڑ ہے جس کا نام کوہ شبیر ہے۔ نویں ذی الحجہ کی صبح کو نماز سے فارغ ہو کر تمام حاجی دعاؤں میں مصروف ہیں۔ جوں ہی آفتاب کی کرن شبیر کی چوٹیوں پر چمکی سب لوگ اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور عرفات کے میدانوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

ذرا آنکھ اٹھا کر شاہراہوں پہ عاشقوں کی بھیڑ دیکھئے!

ہر طرف انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آرہا ہے۔ آج بڑھنے والے رحمت وکرم کی جلوہ گاہ کی طرف اس شان سے بڑھ رہے ہیں کہ ہر قدم پر ستر کروڑ نیکیوں کا ذخیرہ ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا جارہا ہے۔ دوپہر سے پہلے پہلے عرفات کے وسیع میدان میں لاکھوں انسانوں کی بھیڑ جمع ہو گئی اور کئی میل کے رقبے میں خیموں اور شامیانوں کا ایک شہر آباد ہو گیا۔

یہ وہی عرفات کا میدان ہے جہاں سیدنا ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی اور سینکڑوں برس کی مدت فراق کے بعد یہیں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام یکجا ہوئے تھے اور ہر ایک نے دوسرے کو پہچانا تھا۔ عرفات کے میدان میں پہنچتے ہی حاجیوں کا جم غفیر جبل رحمت کی طرف دوڑتا جارہا ہے۔ جبل رحمت وہ مقدس پہاڑ ہے

Marfat.com

جہاں آج تجلی خاص کا نزول ہوگا جس کی بلند چوٹی سے رحمتوں کی گھٹا اٹھے گی اور میدان عرفات کے ایک ایک چپے پر جھوم جھوم کر برسے گی۔

دوپہر ڈھلتے ہی مسجد نمرہ میں ظہر کی اذان ہوئی۔ اب امیدواران رحمت کا سارا مجمع مسجد میں جمع ہو رہا ہے۔ جنہیں جگہ نہیں مل سکی ہے وہ باہر بیٹھ گئے ہیں۔

اب ظہر کی جماعت کھڑی ہوگئی ہے...... سارا عرفات نمازیوں کی صفوں سے بھر گیا.......... عجز و نیاز کی جس رقت انگیز کیفیت سے ڈوب کر لوگ آج نماز ادا کر رہے ہیں، عمر بھر اس کی لذتیں یاد رہیں گی........ نماز ظہر کا سلام پھیرتے ہی بغیر کسی وقفہ کے عصر کی جماعت کھڑی ہوگئی .... لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں کہ آج پہلی بار عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ادا ہو رہی ہے، حالانکہ ضابطۂ شرعی کے مطابق ہر نماز اپنے اپنے وقت ہی پر ادا ہوتی ہے اور وقت سے پہلے یا وقت گذر جانے کے بعد وہ قضا ہو جاتی ہے۔

پاس ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص نے جواب دیا:

حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ قانون قدرت کی زد سے کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی ہوتی ہیں۔ دراصل یہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ چونکہ سرکار والا تبار نے حجۃ الوداع کے موقع پر ظہر کے وقت میں عصر کی نماز ادا فرمائی تاکہ دوپہر کے بعد سے غروب آفتاب تک خوب فراغت کے ساتھ ہر حاجی کو اپنے رب کی جناب میں مناجات کا موقع مل سکے۔ اس لیے نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں عصر کا شرعی وقت یہی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں قانون بنانے کا اختیار ہے وہاں قانون بدلنے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر تشنگان رحمت کا یہ گروہ اب عرفات کے میدان میں چاروں

Marfat.com

طرف بکھرتا جارہا ہے......جسے جہاں جگہ ملی......بیٹھ گیا......آسمانوں کے دروازے کھل گئے......رحمتوں کی گھٹائیں ہر طرف چھا گئیں......نور کی بارش میں جنم جنم کے داغ دھل رہے ہیں.....گریہ و نالہ اور آہ و بکا سے عرفات کا میدان گونج اٹھا ہے......آج گیتی کے گناہگار اپنے رب کے حضور میں ٹوٹ کے گر پڑے ہیں..........بال بال خوف الٰہی سے کانپ رہا ہے........اور دل کا گوشہ گوشہ امید کی کرن سے معمور ہے۔

غروب آفتاب تک دعاء و مناجات کی محویتوں کا یہی عالم ہے۔مغرب بعد نقارۂ رحیل بجا اور حاجیوں کا یہ قافلہ بغیر نماز ادا کئے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوگیا۔عرفات کے میدان سے واپس ہونے والے وعدۂ الٰہی کے مطابق گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہوگئے جیسے آج ہی ماں نے جنم دیا ہو۔

مزدلفہ ایک جگہ کا نام ہے، جہاں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کی رات میں قیام فرمایا تھا۔وہاں ایک مسجد بنادی گئی ہے۔اسکے پاس میدانوں میں حاجیوں کا قافلہ رات گذارتا ہے۔

وہاں پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی۔یہاں بھی مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں ادا کی گئی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق یہاں مغرب کی نماز کا یہی وقت ہے۔

رات بھر حاجیوں کا قافلہ عبادت و مناجات مین مصروف رہا۔عرفات کے میدان میں خدا کے حقوق کی معافی کا وعدہ تھا، یہاں بندوں کے حقوق کی معافی کا وعدہ ہے۔حجاج شیطان کو مارنے کے لیے یہیں سے کنکر چنتے ہیں۔

تمام حاجیوں نے کنکر چن لئے۔اب صبح ہوگئی۔طلوع آفتاب سے پہلے پہلے حاجیوں کا یہ گروہ منیٰ کے لیے روانہ ہوگیا۔

Marfat.com

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ -

حاجیوں کا یہ گروہ مزدلفہ سے روانہ ہو کر منیٰ پہنچا اور سیدھے اینٹ اور پتھر کے بنے ہوئے اس ستون کی طرف بڑھا، جو شیطان سے متعلق ایک واقعہ کی یادگار کے طور پر بنایا گیا ہے، جسے آج کنکری سے مارا جائے گا تاکہ اس کی ذلت ورسوائی کا اعلان ہو۔ یہاں آج لاکھوں کی بھیڑ جمع ہے۔ بڑی مشکل سے اس کے قریب پہنچ کر سات کنکر اس کی طرف پھینکے۔

اس کام سے فارغ ہو کر اب حاجیوں کا یہ مجمع منیٰ کی وادی میں آیا، جہاں جانوروں کی قربانی ہوتی ہے۔

اپنی اپنی پسند کے مطابق ہر حاجی نے جانور قربان کئے۔ قربانی سے فارغ ہو چکنے کے بعد اب سب نے اپنے اپنے بال منڈوائے۔ اس کے بعد حاجیوں کا یہ قافلہ طواف زیارت کے لیے مکہ روانہ ہو گیا اور طواف کعبہ سے فارغ ہو کر شام تک پھر منیٰ واپس لوٹ آئے اور یہ رات بھی منیٰ میں گذاری۔

ذی الحجہ کی گیارویں تاریخ

آج ذی الحجہ کی گیارویں تاریخ ہے۔ آج حاجیوں کا یہ گروہ پھر اسی اینٹ اور پتھر کے بنے ہوئے ستون کے پاس جمع ہو گیا اور یکے بعد دیگرے تینوں ستونوں کو جو تھوڑے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے ہیں، انہیں سات سات کنکر مار کر اپنی اپنی قیام گاہوں پر لوٹ آئے۔ آج کی رات بھی منیٰ میں گذاری۔

Marfat.com

ذی الحجہ کی بارویں تاریخ

آج مناسک حج کا آخری دن ہے۔آج بھی حجاج تینوں ستونوں کو کنکر مار کر اپنے اپنے خیموں میں واپس لوٹ آئے اور غروب آفتاب سے پہلے پہلے مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔مکہ پہنچنے کے بعد حاجیوں نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ آج انکا حج مکمل ہو گیا۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد اب مکے کے دوران قیام تک حجاج کرام ہر روز اپنے سرکاروں، بزرگوں اور والدین واقارب کی طرف سے نفلی طواف اور عمرہ کر رہے ہیں۔

دیار حبیب کی سیر

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

انتظار کرتے کرتے اب وہ مسعود گھڑی آگئی جب عشاق حج سے فارغ ہو کر مدینے کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔

آہ کیا پوچھنا ہے دل کی مسرتوں کا عالم! مدینہ یاد آتے ہی دردِ عشق جاگ اٹھا ہے........آنکھیں اشکبار ہو گئیں ....شوق کی مستی میں جھومتے ہوئے عشاق چلے جا رہے ہیں........جیسے جیسے مدینہ قریب ہوتا جا رہا ہے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی ہے........اب جھلسی ہوئی پہاڑیوں کا سلسلہ ختم ہوا ....یہاں سے مدینے کی

Marfat.com

سرحد شروع ہوگئی ....زمین ناز کر رہی ہے ....آسمان فخر سے سر اونچا کر رہا ہے.........فضا اچانک بدل گئی.....اب ہواؤں میں خنکی ہے......ہر طرف سبزہ زاروں کی بہار ہے.......یہ دیار حبیب ہے..........رحمت و جمال کی راجدھانی ہے .... بیتابیٔ شوق میں قافلہ بڑھتا رہا، یہاں تک کہ مدینہ قریب آ گیا......خبر ملی کہ سامنے والے پہاڑ پر چڑھنے کے بعد وہ سبز گنبد نظر آئے گا، جس پر اسی کروڑ مسلمانانِ عالم کی جانیں قربان ہیں......یہ سنتے ہی خوشی میں سب کے چہرے کھل گئے........قافلے کا ہر شخص والہانہ کیفیت میں جھوم اٹھا.......چند ہی لمحے کے بعد پہاڑ کی بلندی شروع ہوگئی........عمر بھر کی پیاسی آنکھیں انتظار شوق میں افق پر پھیل گئیں........جوں ہی قافلہ چوٹی پر پہنچا سامنے گنبد خضریٰ چمک رہا تھا......بیخودی میں سوکھی زبانیں صلوٰۃ وسلام کے نغموں سے تر ہوگئیں ....ہر طرف سے ایک چیخ بلند ہوئی:

یارسول اللہ!

بوسۂ عقیدت کے لیے سب کی پیشانی زمین پر جھک گئی........ہر عاشق مدینہ اپنی قسمت پر نازاں تھا کہ آج اس کی معراج ہو رہی تھی......نیچے اترتے ہی ایک حسین خواب کی طرف گنبد خضری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا.......اب عشاق کا یہ کارواں مدینے کے شہر محترم میں داخل ہو رہا ہے.........متوالوں کی طرح روح پر کیف وسرور کا ایک نشہ طاری ہے۔

دیوانوں کا قافلہ آج اس سرزمین سے گذر رہا ہے، جہاں کی خاک چہرۂ ایمان کا غازہ ہے۔ معلمین کی رہنمائی میں لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں میں بکھر گئے۔ شہنشاہ کونین کے دربار میں حاضری کے لیے سب نے غسل کیا......نئے نئے کپڑے بدلے.......خشبو لگائے.....سرمہ سے آنکھیں روشن کیں اور بن سنور کر تیار ہوگئے کہ غلاموں کو اچھی حالت

Marfat.com

میں دیکھ کر خوشی ہوگی۔

اب وہ عالم کیف بار احاطۂ تحریر سے باہر ہے جب بچھڑے ہوئے غلام اپنے آقا کی چوکھٹ پر کھڑے ہو گئے..........دل کی کیفیت قابو سے باہر ہوگئی.........سر جھکائے ....آنکھیں نیچی کئے........ ہاتھ باندھے ہوئے سارا عرب وعجم تاجدار کونین کے حضور میں حاضر ہے.......کتنا دلکش سماں ہے کہ غائبانہ **یانبی سلام علیک** پڑھنے والے آج روبرو درودوسلام کی شاداب ڈالیاں پیش کر رہے ہیں۔

اسی عالم جاں نواز میں کسی بیتاب آرزو نے اپنے آقا کو آواز دی۔

کرم اے شہ عرب وعجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

☆☆☆

Marfat.com

قائد اہل سنت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ

کی جدید ترین تصنیفات

ترتیب وتحشیہ

ڈاکٹر مولانا غلام زرقانی قادری

آپ کے کلام کا مجموعہ **اظہار عقیدت**

حدیث، فقہ اور جہاد کی **شرعی حیثیت**

مشاہیر امت کے تذکرے **شخصیات**

فاضل بریلوی کی خدمات پر **تجلیات رضا**

سفرناموں کا مجموعہ **عینی مشاہدات**

تاریخی حکایات پر مشتمل **بزبان حکایت**

تاریخی کانفرنسوں میں پڑھے گئے **خطبات استقبالیہ**

ملنے کے پتے: مکتبہ جام نور مٹیا محل دہلی، کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل دہلی

Ghulamzarquani@yahoo.com

Marfat.com

Marfat.com

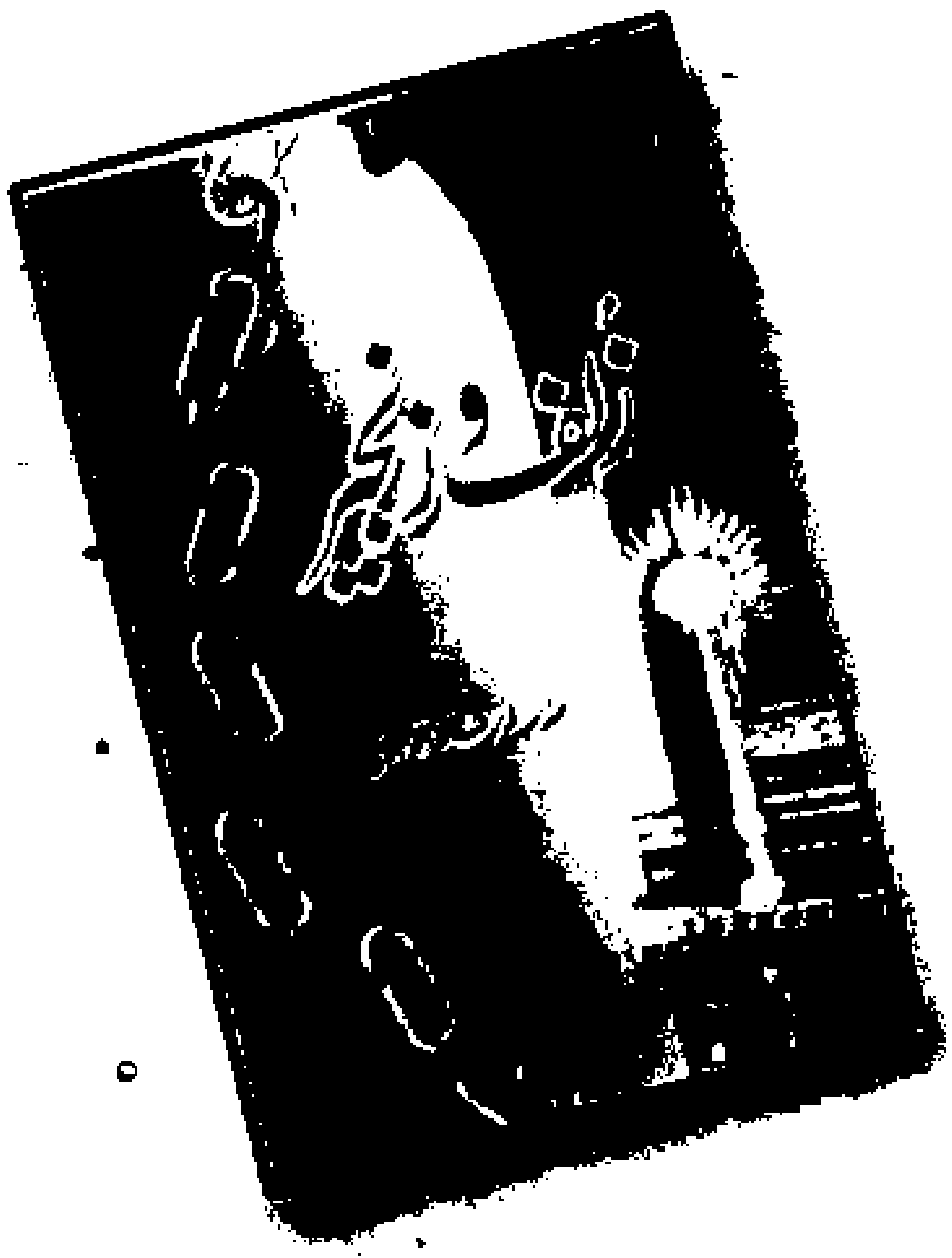

Marfat.com